میرا ارادہ صرف اصلاح کرنے کا ہے جہاں تک میرا بس ہے اور میری توفیق اللہ ہی کے طرف سے ہے۔ (القرآن)

AT-TAHIR

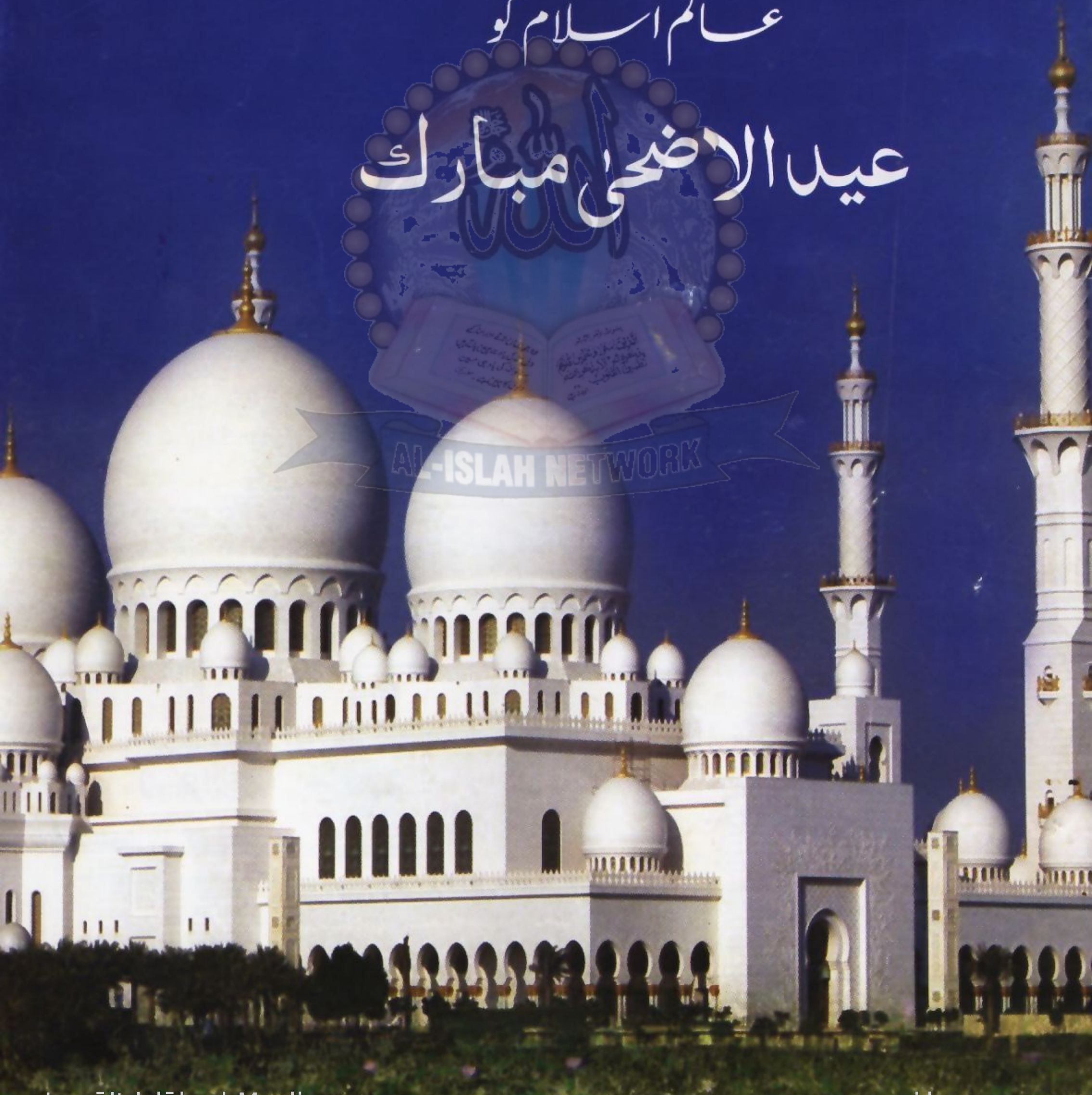
دو ماہی

الطاہر

شمارہ نمبر 65 ذی القعدہ 1433ھ بمطابق اکتوبر 2012ء قیمت 25 روپے

عالم اسلام کو

عید الاضحی مبارک



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

AT-TAHIR

دوماہی الطاہر

شمارہ نمبر 65 ذی القعدہ 1433ھ بمطابق اکتوبر 2012ء قیمت 25 روپے

زیرسرپرستی

حضرت خواجہ محمد طاہر المعروف سجن سائیں بخشی مجددی نقشبندی

سجادہ نشین: خانقاہ عالیہ اللہ آباد شریف، کنڈیارو، ضلع نوشہروفیروز

سرپرست اعلیٰ: جماعت اصلاح المسلمین پاکستان'

جمعیت علماء طاہریہ' روحانی طلبہ جماعت' جامعہ عربیہ غفاریہ

مدیر: محمد جمیل عباسی طاہری

معاون مدیر: محمد ابراہیم لاسی طاہری

ادارتی بورڈ: مفتی عبدالرحیم طاہری' ڈاکٹر منور حسین بھرگڑی طاہری، انجنیئر غلام محمد میمن طاہری' ڈاکٹر غلام یاسین طاہری

سرکیولیشن مینیجر: محمد بخش جونیجو طاہری، فون نمبر: +92-300-3331703

قانونی مشیر: علی احمد عرف شیر زمان پاتولی، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

کمپوزر: محمد زبیر چنہ طاہری

خط و کتابت کے لیے
دوماہی الطاہر
پوسٹ بکس نمبر:10516
جی پی او صدر کراچی

قیمت : 25روپے
سالانہ ممبرشپ: 150 روپے

ترسیل زر کا پتہ
محمد بخش جونیجو
طاہری ہاؤس، شاہنواز بھٹو کالونی
ڈاکخانہ نوڈیرو ضلع لاڑکانہ
پوسٹ کوڈ: 77360

مقام اشاعت
محمد عمر بلڈنگ سیکنڈ فلور
نزد مؤمن مسجد مولا مدد
لیاری ٹاؤن کراچی

ای میل attahir_karachi@yahoo.com ویب سائٹ: www.islahulmuslimeen.org/urdu/attahir

محمد جمیل عباسی طاہری نے امین برادرس اینڈ پبلشرز سے چھپوا کر الطاہر آفس گلشن حدید سے شائع کیا

حسن ترتیب

ایڈیٹر کے قلم سے	اداریہ	3
درس حدث	علامہ عبدالقدیر شیخ طاہری	4
قربانی	علامہ الطاف حسین طاہری	10
حقیقت علم گردش دوراں میں	بیگم قیصر شاہد	22
تعارف کشمیر اور فیض مرشد	رشید گل طاہری۔ کشمیر	30
کلام شاہ صاحب	ڈاکٹر شکیل احمد طاہری	41

اداریہ

مدیر کے قلم سے

جب تک آپ دنیا کی ہر پیاری چیز سے زیادہ رسول اکرم ﷺ سے محبت نہیں کرتے تب تک آپ کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ چاہے آپ علم اور عمل میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلیں۔ دولت اور شہرت حاصل کیوں نہ کرلیں۔ زکوٰۃ وصدقات اور خیرات کی ندیاں کیوں نہ بہادیں۔ کتنے ہی حج اور عمرے کیوں نہ کرلیں مگر جب تک آپ کی محبت کا رخ نبی کریم ﷺ کی ذات کی طرف نہیں ہوتا۔ تب تک آپ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ آپ کے سب کچھ حاصل کیا ہوا لا حاصل ہوگا۔ خدا کے ہاں آپ کے سب کچھ کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہوگی۔ آپ کے سب اعمال خیرات بلکہ سب کچھ کے کچھ ہونے کی شرط یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے آپ کا تعلق آپ کی محبت آپ کی چاہت دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اور بے مثل ہو۔ اگر ہے اس میں کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔ تو یہ بات نص سے ثابت شدہ ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آنحضرت ﷺ کی محبت لازم ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے ضرورت ہی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ سوچا جائے کہ محبت رسول کا تقاضہ کیا ہے؟ کیا صرف زبانی کلامی خود کو عاشق رسول کہنے سے ایمان مکمل ہوجاتا ہے؟ یا عشق رسول ﷺ مومن سے کچھ اور ثابت کرنے کو لازم سمجھتا ہے۔ عقلی لحاظ سے اگر جائزہ لیا جائے کہ عشق اور محبت ثابت کرنے کے لیے دنیا میں کونسا دلیل قابل قبول سمجھا جاتا ہے تو بہت سے جواب آپ کے سامنے ہوں گے۔ مثلاً آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ فرہاد نے شیریں کی محبت میں پہاڑ کو کھود کے نہر نکالی تھی۔ مجنوں نے لیلیٰ کے لیے اپنے قبیلے کے تاج وتخت کو چھوڑ دیا۔ سسّئی پنھوں کے لیے اپنے علائقے کو چھوڑ کر اکیلے نکل پڑی تھی وغیرہ وغیرہ۔

قصہ مختصر کہ یہ سب دنیا میں محبت کی دلیلیں مانی جاتی ہیں۔ مگر میری رائے میں محبت کا سب سے بڑا اور دائمی ثبوت یہ ہے کہ خود کو محبوب کی مرضی کے مطابق ڈھالا جائے اپنی پسند ناپسند قول وفعل محبوب کی رضا کے مطابق کردیا جائے۔ اور یہ بڑا ہی مشکل تر کام ہے۔ پہاڑ کو کھود ڈالنا، تخت وتاج کو چھوڑ دینا بھی مشکل ہے لیکن خود کو بدل ڈالنا مشکل تر۔ اور صحابہ کرام نے اپنی محبت رسول کا بھی ثبوت پیش کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اکرم ﷺ کی مرضی کے مطابق ڈھال لیا اور اس بات سے خوش ہوکر اللہ نے خود انہیں رضی اللہ عنہم ورضوعنہ سے نواز دیا۔ یعنی خدا تعالیٰ نے ڈکلیئر کردیا کہ ان صحابہ کی جماعت سے بڑھ کر کوئی عاشق رسول کے منصب پر فائز نہیں ہوسکتا اور صحابہ سند یافتہ عاشق ہیں۔ تو اگر ہم بھی عشق رسول ﷺ حاصل کرکے اپنے ایمان کو مکمل کرنا چاہتے ہیں تو اس محبت کے مثال اور اس کے حصول کا راستہ بلکل کھلا اور عیاں ہے۔ پس جو شخص چاہے اسے حاصل کرے۔

درس حدیث

ریاء کا بیان

علامہ عبدالقدیر شیخ طاہری

وعن محمود بن لبیب ان النبی ﷺ قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا یارسول اللہ وماالشرک الصغر قال الریاء۔ (رواہ احمد)

روایت ہے حضرت محمود بن لبیب سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تم پر خوف کرتا ہوں ان سب میں زیادہ خوفناک چیز چھوٹا شرک ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ چھوٹا شرک کیا ہے فرمایا ریا کاری۔

ریاء کی معنیٰ: **العمل لاجل الناس وترک العمل لاجل الناس وھذالریاء.**

لوگوں کے لیے عمل کرنا یا لوگوں کے لیے عمل چھوڑنا یہ ریاء ہے یہ لحاظ مطلوب ہو کہ لوگ اچھا کہیں اس لئے انکی کا عمل کرنا اور لوگ برا کہیں گے اس لیے برا کام چھوڑنا یہ ریا ہے ریا کی ضد اخلاص ہے یہ مقصود ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو اسی لئے کام کیا جائے اور اس بات کا ڈر ہو کہ کہیں مولیٰ نہ روٹھ جائے اس لئے منہیات کو چھوڑ دے یہ اخلاص ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں میرے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا سارے مسلمانوں سے خطاب ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہر مؤمن کے لیے خطرات بہت ہیں مگر ریاء کا خطرہ سب سے زیادہ خطرناک ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے یہ پہلی وہ حدیث ہے جس میں ریا کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے کیونکہ مشرک اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے مقصودوں یعنی لوگوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے اس لیے ریا کاری جھوٹے درجہ کا شرک ہے بیہقی۔

شعب الایمان میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ **یقول اللہ لھم یوم یجازی**

العباد باعمالهم اذهبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا فانظروا تجدون عندهم جزاء او خیرا۔

یعنی قیامت کے دن جب اعمال کے بدلے دئے جانے کا وقت آوے گا تو ریاکار بھی مخلصین کے ساتھ جزاء اعمال کا انتظار کریں گے تب ان سے کہا جاوے گا کہ ان مخلصین کے ٹولے سے الگ ہو جاؤ جنہیں خوش کرنے کے لیے تم اعمال کرتے تھے ان سے اپنے اعمال کا بدلہ لو وہ ہی تم کو بدلہ دیں۔ یہ فرمان عالی انتہائی غضب کے اظہار کے لیے ہوگا واضح ہوا کہ ریا حرام ہے اور ریاکار خدا کے نزدیک مغضوب ہے اور یہ بات آیات اور احادیث سے ثابت، ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ (4) الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ (5) الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَاۤءُوۡنَ (6)۔(پ30)

ترجمہ: پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے سست ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ ویل بے نمازیوں کے لیے مختص نہیں کیا گیا یہاں ان نمازیوں کا ذکر ہو رہا ہے جو بچارے نماز بھی ادا کر رہے ہیں اور جہنم کا برا طبقہ ویل بھی ان کے حصہ میں آرہا ہے۔ کیا بات ہے بظاہر تو یہ لوگ اچھا کام کر رہے ہیں لیکن نیت میں فطور ہے نیت خالص نہیں ہے اللہ کی رضا مقصود نہیں ہے نماز کے ذریعہ تو نجات ملنی تھی یوں یہاں معاملہ برعکس ہے ایک شخص آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ نجات کس چیز میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان لایعمل العبد بطاعة الله یرید بها الناس۔(احیاء العلوم)

یہ کہ نہ عمل کرے بندہ خدا کی اطاعت میں اور مقصود اس سے لوگ ہوں۔

یعنی ایسی عبادت نہ کرے جس میں مقصود لوگوں کا دکھاوا ہو اس بات میں نجات ہے اور بزرگوں نے ریا کی معنیٰ اس طرح بھی کی ہے کہ جس میں طلب منزلت دلوں میں عبادات کی جہت سے مقصود ہو مطلب یہی ہوا کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا۔

اگر خالق کا ارادہ ہے تو اس کی فضیلت میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوتا ہے

وَمَن يُسۡلِمۡ وَجۡهَهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَهُوَ مُحۡسِنٞ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰۗ وَإِلَى ٱللَّهِ عَٰقِبَةُ

الْأُمُورِ۔(پ 21۔لقمان)

ترجمہ:اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے یعنی صرف اللہ کی رضا خاطر عمل کرے اور ہو بھی وہ نیکو کار یعنی مأمور بہ چیزوں کا اتباع اور منہیات کی ترک کرنے والا یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا یعنی اللہ سے مضبود عہد لے لیا کہ وہ اس کو عذاب نہیں کرے گا۔اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلاً يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ (پ 17۔الحج)

انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ اس سے راضی ہو جائیں گے۔

جیسے علامہ اقبال کا شعر ہے

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے پہلے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے

ذَلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔(پ 21۔الروم)

یہ سارے اعمال خیر ان بندوں کے حق میں بہتر ہیں جو لوگ اللہ کے چہرہ کا ارادہ رکھتے ہیں یعنی ہر عمل میں صرف اور صرف رضاء الاہی مقصود ہے وہ لوگ ہی کامیاب وکامران ہیں کامیابی کا راز اسی بات میں ہی منحصر ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

اسی لئے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ ۔(پ 17۔الحج)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ کی قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہاری دل کی پرہیز گاری پہنچتی ہے۔اللہ تعالیٰ تو بندہ کے دل کی طرف دیکھتا ہے تو دل کا ارادہ کیا ہے اگر خلوص ہے تو وہ عمل درجہ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے کچھ لوگ تو عبادت بھی دنیاوی جاہ منزلت اور اس کی ترقی کے باعث کرتے ہیں۔اگر وہ مطلب مل گیا تو چار چاند لگ جاتے ہیں عبادت کا ذوق شوق بڑھ جاتا اگر وہ مطلب نہیں پاتا تو اعراض کر لیتا ہے جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۔(پ 17۔الحج)

ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارہ پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں انہوں نے دونوں جہاں کا نقصان اٹھالیا واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔

یہ صورت بھی ریا میں داخل ہے۔ کیونکہ اعمال خیر رضاء الٰہی مقصود نہیں ہے اور بندگان خدا کا یہ خیال مقصد ہوتا ہے کہ تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں۔ تیرے سوا مطلوب حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پوچھا گیا کہ استقامت کیا ہے آپ نے فرمایا واخلص العمل للہ۔ آپ نے استقامت کی تفسیر یہ نہیں فرمائی کہ قیام الیل کرنا، طویل رکوع سجدہ کرنا یا مشرق سے مغرب تک ایک آن میں چلا جانا، پانی پر تیرنا یا ہوا میں اڑ کر دکھانا بلکہ مختصر استقامت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے یوں فرمایا کہ ہر عمل خیر کو اللہ کی خاطر کرنا یہ استقامت ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی یوں ہی ارشاد عالیہ فرمایہ کہ **انما الاعمال باالنیات و انما لامری مانویٰ ومن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الیٰ دنیا یصیبھا او امراۃ یتزوجھا فھجرتہ الیٰ ماھاجر الیہ** . (متفق علیہ۔ بخاری شریف)

صرف اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لیے وہ ہی ہے جو نیت کرے بس جس کی ہجرت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو تو اسی کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کی طرف ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کے لیے اسی کی ہجرت اسی طرف ہوگی۔ جس کے لیے کی۔ یعنی اعمال کا ثواب اخلاص ہے کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں۔ اخلاص کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں اور اخلاص کی برکت سے معصیت بھی اطاعت بن جاتی ہے جیسا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات غار ثور میں سانپ کے سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ کر ایک قسم کی خودکشی کر لی سیدنا علی مرتضیٰ نے خندق میں عمداً نماز عصر چھوڑی مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں اس لئے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث

بنے۔

ہجرت کی دو قسم ہے،ا۔ظاہری۔۲۔باطنی۔

ظاہری ہجرت یہ ہے کہ ایک شہر یا محلّہ چھوڑ کر دوسرے شہر میں چلا جائے جس طرح حکم الٰہی ہوا کہ اے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ مکۃ المکرّمہ کو چھوڑ کر مدینۃ المنورہ چلے جائے اور صحابہ اکرام کو بھی یہی حکم ہوا۔ایک صحابی نے ایک خاتون کو خطبہ نکاح دیا اس خاتون یہ شرط لگائی کہ اگر تو مدینۃ المنورہ کی طرف ہجرت کرے گا تو تیرے ساتھ نکاح کروں گی ہجرت کا ارادہ نہیں تھا لیکن جب یہ بات چیت ہوگئی تو اس صحابی نے ہجرت کی۔جب مدینۃ المنورہ پہنچا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسی شخص نے عورت کی نیت سے ہجرت کی ہے تو یہ ہجرت کے ثواب سے محروم ہوگیا اس نے عورت پالی کیونکہ نیت اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مقصود نہیں تھی معلوم ہوا نیت کا اعمال میں اہم کردار ہے اور دوسری ہجرت باطنی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اعمال بد چھوڑ کر اعمال خیر کا عزم کر لے اور اخلاق رذیلہ چھوڑ کر اخلاق حسنہ اپنائے یہ بھی ہجرت ہے اس میں بھی مخلوق خدا کا دکھاوا مقصود نہ ہو رضاء الٰہی مقصود ہونی چاہیے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادات میں رضاء رب تعالیٰ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی نیت عبادات کو کامل کرتی ہے دیکھو ہجرت عبادت ہے۔مگر فرمایا گیا الی اللہ ورسولہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ جاتے تھے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دم کی بہار ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ ہر عمل خیر کرنے سے پہلے اپنی نیت کو اچھی طرح جانے کہ کہیں نیت میں فطور تو نہیں ہے جس طرح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جہاد کرتے ہوئے ایک کافر کو نیچے گرادیا اور اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا رہے تھے تو عین اس وقت اس کافر نے گستاخی کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھوکا،آپ نے اس کافر سے تلوار ہٹالی،کافر نے متعجب ہوتے ہوئے آپ سے دریافت کیا کہ کیا ہوا آپ نے مجھ کو امان دے دی،میں نے تو انتہائی گستاخی کی آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی خاطر قتل کر رہا تھا تو کافر تھا جب تو نے گستاخی کی تو پر

میرے نفس کا حظ ہو گیا اور مجھے غصہ آ گیا میں نے سوچا کہ اب قتل کروں گا تو رضاء الٰہی مقصود نہیں رہے گی اس لئے میں قتل سے باز آیا، کافر نے جب یہ سنا کہ اسلام ایسا بہتر درس دیتا ہے تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنایا گیا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اوصی لی وصیة تکفی فی العمل۔ مجھے ایسی چیز کی وصیت فرمائیں جو چیز مجھے عمل میں کافی ہو جائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واخلص دینک واعمل عملا ترید وجهه۔ اپنے دین کو خالص رکھ اور عمل کر اس میں اللہ کی رضا مقصود ہو اور کوئی مقصد آپ کے فعل میں پوشیدہ نہ ہو۔

خلوص کی برکت ایسی ہے کہ اس بندہ کے قریب شیطان بھی نہیں آتا خود شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم اٹھا کر یہ بات کی فبعزتک لاغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین۔

اے مولا تیری عزت کی قسم تمام بنی آدم کو گمراہ کروں گا مگر وہ بندے جن کے خلوص موجود ہے ریاء اور دکھاوے سے محفوظ ہیں۔ ان کے اوپر میرا بس نہیں چلے گا۔ اخلاص کی وجہ بندہ کا عمل نور بن جاتا ہے جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: قیامت کے دن تو دیکھے کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا یہ نور وہ عمل خالص ہوگا جو بندہ نے دنیا میں کیا تھا اب اس کی روشنی میں جنت کی طرف چلتا جائے گا۔ (الحدید۔ پ 27)

اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ذکر اللہ

ذکر اللہ کے لیے جمع ہونا، ذکر کرنا، سننا، بلکہ خاموشی سے ذکر والوں کی مجلس میں بیٹھنا بھی باعث برکت ونزولِ رحمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔ رواہ مسلم مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۹۶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی قوم ذکر اللہ کے لیے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت الٰہی چھا جاتی ہے اور ان پر اطمینان وسکون نازل ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کو اپنے مقرب فرشتوں میں یاد فرماتا ہے۔

قربانی

علامہ الطاف حسین میمن طاہری

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے، اور کبھی اس جانور کو بھی اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی اور نبی اکرم ﷺ کو قربانی کا حکم دیا گیا اور ارشاد فرمایا ''فصل لربک وانحر'' (2-108) یعنی اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اس کی فضیلت میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

قربانی کی فضیلت

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے دو چت کبرے سینگ والے بکروں کی قربانی کی کہ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ بسم اللہ و تکبیر کہی فرمایا کہ میں نے آپ کو ان بکروں کی کروٹوں پر اپنا قدم رکھے دیکھا آپ فرماتے تھے بسم اللہ اللہ اکبر۔ (مسلم و بخاری شریف)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ عید گاہ میں ذبح و نحر فرماتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے دو خصی چتکبرے سینگ والے بکرے بقر عید کے دن ذبح کیے۔ جب انہیں قبلہ رو لٹایا تو فرمایا کہ میں نے اپنے کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ دین ابراہیمی پر ہوں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم ملا اور میں مطیعین سے ہوں۔ الٰہی یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لیے ہے محمد مصطفیٰ اور ان کی امت کی طرف سے، بسم اللہ اللہ اکبر پھر ذبح فرمایا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ انسان بقرعید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو خون بہانے سے خدا کو زیادہ پیاری ہو۔ یہ قربانی قیامت میں اپنی سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی۔ اور خون گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ عرض کیا کہ ان میں سے ہمیں کیا ملے گا۔ فرمایا ہر بال کے عوض نیکی۔ عرض کیا اون (بھیڑ کا اون) یا رسول اللہ؟ تو فرمایا کہ اون کے عوض نیکی۔ (احمد وابن ماجہ)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے مدینہ شریف میں دس سال قیام کیا قربانی کرتے رہتے۔ (رواہ ترمذی)

قربانی کے جانور کے عیوب اور نقائص سے بری ہونے کے بارے میں احادیث:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، کانا جس کا کانا ہونا ظاہر ہو، بیمار جس کا مرض ظاہر ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا ہونا ظاہر ہو اور بوڑھا جن کی ہڈیوں میں گودا نہ ہوا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت عتبہ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے کہ جس کا کان اکھاڑ لیا جائے اور اس کا سوراخ ظاہر ہو جائے اور اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے کہ جس کے سینگ جڑ سے اکھاڑ لیے جائیں اور جس کی آنکھ میں روشنی نہ رہے، اور جو اس قدر دبلا ہو کہ بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نہ چل سکے اور جس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

قربانی کے جانور کی صفات کے متعلق احادیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن دو سرمئی رنگ کے سینگوں والے خصی مینڈھے ذبح کیے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے سینگوں والا نر مینڈھا ذبح کیا جو سیاہی میں کھاتا تھا۔ سیاہی میں چلتا تھا اور سیاہی میں دیکھتا تھا۔ یعنی مکمل سیاہ تھا۔

حضرت بقیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو۔

قربانی کے وقت کا بیان احادیث کے روشنی میں

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا۔ ابھی آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر سلام نہیں پھیرا تھا کہ آپ ﷺ نے ذبح شدہ قربانیوں کا گوشت دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنی یا ہماری نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا اور ہماری طرح قربانی کی وہ نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہ کرے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو ہمیں خطبہ فرمایا۔ کوئی شخص نماز پڑھنے سے قربانی نہ کرے۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ قربانی کا وقت عید نماز پڑھنے کے بعد ہے، اگر کوئی شخص عید نماز سے پہلے قربانی کرتا ہے تو اس کی یہ قربانی نہیں ہوئی، بلکہ یہ صرف ان کے لیے گوشت ہے، تو اس کے لیے چاہیے کہ قربانی کرتے وقت اصل وقت عید نماز پڑھنے کے بعد کا ہے۔

قربانی کے جانوروں کے عمریں احادیث کے روشنی میں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کچھ بکریاں عطا کیں تا کہ وہ ان کو صحابہ میں قربانی کے لیے تقسیم کردیں۔ آخر میں بکری کا ایک سالہ بچہ رہ گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا اس کی تم قربانی کردو۔

احادیث سے پتہ چلتا ھے کہ چارقسم کے جانوروں کی قربانی جائز ھے۔

دنبہ کی، بکرے کی، گائے کی، اور اونٹ کی، اسی طرح بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔ کیونکہ وہ پالتو گائے کی قسم کی ہے۔ ثنی (جس جانور کے سامنے کے دانت گر گئے ہو) کے علاوہ اونٹ گائے بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے، اونٹ پانچ سال میں ثنی ہوتا ہے، یعنی پورے پانچ سال کا ہوکر چھٹے میں لگ جائے۔ اور گائے اس وقت ثنی ہوتی ہے جب اس کے دوسال پورے ہوجائے اور بکرا اس وقت ثنی ہوتا ہے، جب اس کا ایک سال پورا ہوجائے اور دوسرے سال میں لگ جائے۔ اور دنبہ یا مینڈھا اگر چھے سات ماہ کا ہو لیکن دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

اب ہم قربانی کی متعلق مسائل واضح سے بیان کرتے ھیں

مسئلہ: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں: 1۔ اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ 2۔ اقامت یعنی مقیم ہونا مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ 3۔ تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مال داری سے مراد وہ ہے جس سے صرف نظر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکواۃ واجب نہیں۔ 4۔ حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہٰذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں عورتوں پر واجب ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے۔ اس کے لیے بلوغ شرط ہے یا نہیں ظاہر الروایہ یہ ہے کہ نہ کہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ۔ (درمختار)

مسئلہ: مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نقل کے طور پر کرے تو کرسکتا ہے ثواب پائے گا۔ (درمختار، ردالمختار)

مسئلہ: شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصے میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لیے کافی ہے، مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا۔ پھر مسلمان ہوگیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے جب کے دوسرے شرائط بھی پائے جائیں۔ اسی طرح اگر غلام تھا اور آزاد ہوگیا اس کے لیے بھی یہی حکم ہے، یونہی اول وقت میں مسافر تھا اور دوسرے وقت میں مقیم ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہوگئی، یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہوگیا۔ اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے جب وہ وقت آیا اور شرائط وجود پائے گئے قربانی واجب ہوگئی اور اس کا رکن ان مخصوص جانوروں میں کسی کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے، قربانی کی نیت سے دوسرے جانور مثلاً مرغ وغیرہ کو ذبح کرنا ناجائز ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: جو شخص دوسرے درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے، اس پر قربانی واجب ہے حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہو وہ حاجت سے زائد ہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: مالک نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی وہ گم ہوگئی اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہوگیا۔ اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضروری نہیں کہ دوسرا جانور خرید کے قربانی کرے۔ اور اگر وہ بکری قربانی کے دنوں میں مل گئی اور یہ شخص اب بھی مالک نصاب نہیں تو اسپر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ایک مکان جاڑے کے لیے اور ایک گرمی کے لیے یہ حاجت میں داخل ہے، ان کے علاوہ اس کے پاس تیسرا مکان ہو جو حاجت سے زائد ہے اگر یہ دوسو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے، گھر میں پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے وقت پہننے کے کپڑے اور جمعہ وعید اور دوسرے موقعوں پر پہن کر جانے والے کپڑے یہ سب حاجت میں داخل ہیں۔ اور اگر ان کے سوا دوسرے بھی ہیں اور وہ دوسو درہم کے ہیں قربانی

واجب ہوگئی۔(عالمگیری۔ردالمختار)

مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ دسویں ہی کو قربانی کرے اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت میں جب چاہے کرے۔لہٰذا اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا وجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے اور آخروقت میں اہل ہوگیا یعنی وجوب کے شرائط پائے گئے تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔

مسئلہ: قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قام مقام نہیں ہوسکتی، مثلاً بجائے قربانی اس بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ ناکافی ہے اس میں نیابت ہوسکتی ہے۔یعنی خود کرنا ضروری نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دی دی اس نے کردی یہ ہوسکتا ہے۔(عالمگیری)

مسئلہ: جب قربانی کے شرائط مذکورہ پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ کا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے، ساتویں حصے سے کم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکاء میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصے سے کم ہو تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی، گائے یا اونٹ میں ساتویں حصے سے زیادہ کی قربانی کی ہوسکتی ہے۔مثلاً گائے کو چھے یا پانچ یا چار شخص کی طرف سے قربانی کریں، ہوسکتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں بلکہ کم وبیش بھی ہوسکتے ہیں۔ہاں یہ ضروری ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصے سے نہ ہو۔(درمختار، ردالمختار)

مسئلہ: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔(درالمختار، ردالمختار)

مسئلہ: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارھویں کے غروب آفتاب تک ہے، یعنی تین دن دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں لہٰذا بیچ کے دو دون ایام نحر و ایام تشریق دونوں ہیں اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحج صرف یوم النحر ہے اور پچھلا دن یعنی تیرھویں ذی الحج صرف یوم التشریق ہے۔(درالمختار)

مسئلہ: دسویں کے بعد دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں۔اس میں بھی قربانی ہوسکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ایام نحر میں قربانی کرنا اتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ قربانی واجب ہے اور صدقہ کرنا تطوع محض ہے، لہٰذا قربانی افضل ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: امام نے نماز پڑھ لی اس کے بعد قربانی ہوئی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو کے نماز پڑھادی تو نماز کا اعادہ کیا جائے قربانی کی اعادہ ضرورت نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: جس جانور کی قربانی واجب تھی ایام نحر گذرنے کے بعد اسے بیچ ڈالا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے قربانی کردی جائے اور یہ نہیں بتایا جائے کہ گائے یا بکری کس جانور کی قربانی کی جائے اور نہ قیمت بیان کی کہ اتنے کا جانور خرید کر قربانی کی جائے تو یہ وصیت جائز ہے اور بکری کردینے سے وصیت پوری ہوجائے گی۔

مسئلہ: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں۔ 1۔ اونٹ۔ 2 گائے۔ 3۔ بکری۔ دو قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں۔ نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے۔ یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے، اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے، بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے۔ اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، اور بکری ایک سال کی، اس سے کم ہو تو قربانی جائز نہیں۔ زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھے ماہ کی عمر کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کر دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصے کے برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصے میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے۔ یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے، (درمختار)

مسئلہ: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونی چاہیے۔ اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہوجائے

گی۔ مگر مکروہ ہوگی۔ اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔ جس کی پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال لئے گئے ہوں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لئے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ خارشی جانور کی قربانی جائز ہے، جب کہ فربہ اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

مسئلہ: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے، اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔ لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے کان یا دم یا چھکی کٹے ہوئے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے۔ جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہو یا ایک کان نہ ہو اس کی ناجائز ہے۔ اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی جائز ہے۔ جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہے اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔

مسئلہ: جس کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے۔ اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہیں۔ جس کی ناک کٹی ہو یا علاج کے ذریعے اس کا دودھ خشک کردیا ہو اور خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: بھیڑ یا دنبہ کی اون کاٹ لی گئی ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ اور جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: جانور کو جس وقت خریدا تھا اس وقت اس میں ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے۔ بعد میں وہ عیب پیدا ہو گیا تو اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ اور اگر مالک نصاب نہیں ہے تو اس کی قربانی کرلے۔ (ردالمختار)

مسئلہ: قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہوگیا یہ عیب مضر نہیں یعنی

قربانی ہو جائے گی۔ اور اگر اچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہو گیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور فوراً پکڑ لیا گیا اور ذبح کر دیا گیا جب بھی قربانی ہو جائے گی۔ (درالمختار، ردالمختار)

مسئلہ: قربانی کا جانور مر گیا ہے تو مالک نصاب پر دوسرے جانور کی قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: سات شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی تھی ان میں ایک کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ورثاء نے شرکاء سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کرو اور انہوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور اگر بغیر اجازت ورثاء ان شرکاء نے کی تو کسی کو نہ ہوئی۔ (درمختار۔ ردالمختار)

مسئلہ: شرکاء میں سے ایک کی نیت اس سال کی قربانی کی ہے اور باقیوں کی نیت سال گذشتہ کی قربانی ہے تو جس کی اس سال کی نیت ہے اس کی قربانی صحیح ہے۔ اور باقیوں کی نیت باطل کیونکہ سال گذشتہ کی قربانی اس سال نہیں ہوسکتی۔ ان لوگوں کی قربانی نفل ہوئی۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ گوشت کو صدقہ کر دیں، بلکہ ان کا ساتھی جس کی قربانی صحیح ہے وہ بھی گوشت صدقہ کر دے۔ (ردالمختار)

مسئلہ: قربانی کے سب شرکاء کی نیت تقرب ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ اور خوبصورت اور بڑا ہو اور بکری کی قسم میں سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا چت کبرا جس کے خصیے کوٹ کر خصی کر دیا ہو۔ کہ حدیث میں ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کر لیا جائے اور ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے تمام اعضاء سے جان نہ نکل جائے اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں۔ اور بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو۔ اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے وہ ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی حاضر ہو۔ کیونکہ حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر

ہو جاؤ۔ کہ اس کے خون کے پہلے ہی قطرہ میں جو کچھ گناہ کیے ہیں سب کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کے آل کے لیے خاص ہے یا اور عام مسلمین کے لیے بھی۔ فرمایا کہ میرے آل کے لیے خاص ہے اور تمام مسلمین کے لیے عام بھی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قربانی کے جانور مسلمان سے ذبح کرانا چاہیے اگر کسی مجوسی یا دوسرے مشرک سے قربانی کا جانور ذبح کرادیا تو قربانی نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ جانور حرام و مردار ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ فقراء کے لیے اور ایک حصہ دوست احباب کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے۔ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے۔ اور سب کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور سب گھر میں رکھ لے یہ بھی جائز ہے، تین دن سے زائد اور اپنے گھر والوں کے کھانے کے لیے رکھ دینا جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا ہے اور ان سب چیزوں کو صدقہ کر دے۔ قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ یعنی اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لا سکتا ہے مثلاً اس کی جانماز بنائے، مشکیزہ ڈول، دستر خوان بنائے، یا کتابوں کسی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے۔ (ردالمختار)

مسئلہ: اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لیے نہیں کہ اس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لیے اسے صدقہ کر دے گا تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: آج کل مدارس دینیہ میں اکثر لوگ کھال دیا کرتے ہیں بعض مرتبہ وہاں کھال بھیجنے میں دکت ہوتی ہے اسے بیچ کر روپیہ بھیج دیتے ہیں یا کئی شخصوں کو دینا ہوتا ہے اسے بیچ کر دام ان فقراء پر تقسیم کر دیتے ہیں تو یہ بیع جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں سے کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت میں دینا بھی بیچنے کے ہی معنیٰ میں ہے۔ (ہدایہ)

مسئلہ: جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ: جس جانور کے دانت نہ ہو اگر وہ چارہ کھالیتا ہے تو اس قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جب عشرہ ذی الحج کا شروع ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کٹائے۔ اس کی تائید میں چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب عشرہ ذی الحج شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو بالکل نہ کٹائے۔ (مسلم شریف)

آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لیے کوئی ذبیحہ ہو تو جب ذوالحج کا چاند نظر آئے تو وہ قربانی کرنے تک اپنے بالوں اور ناخنوں کو بالکل نہ کاٹے۔ (مسلم شریف)

قربانی کا طریقہ

قربانی کا جانور ان شرائط کے موافق ہو جو مذکور ہوئیں یعنی جو اس کی عمر بتائی گئی اس سے کم نہ ہو اور ان عیوب سے پاک ہو جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ عمدہ اور فربہ ہو، قربانی سے پہلے سے اسے چارہ پانی دیں، یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں اور پہلے سے چھری تیز کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ گرانے کے بعد اس کے سامنے چھری تیز کی جائے، جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اس کا منہ ہو اور داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔

إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. (6-79)

اِنَّ صَلوٰتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَ مِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر

اسے پڑھ کر ذبح کر دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامِ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ ﷺ

اسی طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں۔

قربانی کی اسرار ورموز

☆ اسوۂ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تازہ کیا جاتے ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں اپنی مرضی سے تصرف کے لیے دی ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان نعمتوں کا کچھ حصہ اس کی مرضی سے بھی خرچ کیا جائے۔ سال بھر ہم اپنی خواہش سے جانور ذبح کرتے ہیں، اللہ نے چاہا سال میں ایک مرتبہ ہم یہ جانور محض اس کی مرضی سے ذبح کریں۔

☆ قربانی اور تکبیرات تشریف کی وجہ غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

☆ قربانی سے وحدت ملی کو تقویت ملتی ہے۔ اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھاتے میں متحد ہوتے ہیں۔

☆ قربانی اقارب اور احباب سے ملاقات، ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔

☆ احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے، اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلتا ہے ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

☆ انسان کی جسمانی نشو نما کے لیے گوشت ایک ضروری عنصر ہے، بہت سے لوگ ناداری کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا سکتے۔ قربانی کی ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

☆ آسمانی بجلی کا ایک کڑاکا (Bolt) لگ بھگ دس کروڑ وولٹ کی طاقت سے زمین کے ساتھ ٹکراتا ہے۔

☆ شیکسپیئر نے اپنے شہ پاروں میں انگریزی کی جتنی بھی غلطیاں کیں، انہیں "شیکسپیئرین گرامر" کہا جاتا ہے۔

☆ ہیرے کو تیزاب میں حل نہیں کیا جاسکتا۔ صرف شدید حرارت ہی وہ واحد شئے ہے، جو ہیرے کو تباہ کرسکتی ہے۔

☆ الارم والی پہلی گھڑی آج سے 3500 سال پہلے مصریوں نے ایجاد کی تھی

حقیقت علم

گردش دوراں میں

بیگم قیصر شاھد

علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے۔
علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر کی لحد تک۔
علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

ہم نے یہ احادیث مبارکہ بارہا پڑھی اور سنی ہیں۔

اب کچھ جائزہ مذہب اسلام کے حوالے سے عرب کا پس منظر:

سارا عرب کیا تھا جہالت اور تاریکیوں کی گہرائی میں ڈوبا ہوا تھا ہر قبیلہ باہم دست و گریباں تھا چھوٹی چھوٹی باتوں پر کئی سال جنگ وجدل کی نظر ہو جایا کرتے تھے کونسی برائیاں تھیں جو اس معاشرے کا خاصہ نہیں تھیں۔ شراب پیتے، جوا کھیلتے، عورت کی ہجو کرتے، بیٹیاں پیدا ہوتیں تو ماؤں کے سر شرم سے جھک جاتے، ماں اپنے آپ کو مجرم تصور کرتی اور باپ بے رحمی سے اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے ظالم اور سفاک اتنے تھے کہ زندہ جانوروں کے اعضا کاٹ لیتے جہالت اسقدر تھی کہ برہنہ خانہ کعبہ کی طواف کرتے اور خود عرب کیا تھا ریگستان ہی ریگستان جہاں پانی نہ تھا، کھیتی باڑی خواب خیال تھی، نہ بہتی آبشاریں تھیں، نہ ندی نالے تھے، خوبصورتی کا گذر تک نہیں تھا، دنیا سے کٹا ہوا بے آب و گیاہ علاقہ تھا اور دنیا نے تو اس کو اس قابل بھی نہیں سمجھا تھا کہ اسے اپنی مملکت میں شامل کرے یہ تھی عرب کی صورتحال۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو نبی آخر الزماں بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا تو نبوت عطا کی اور وحی کا سلسلہ شروع کیا تو وحی کا پہلا لفظ ہی کیا تھا، اقراء یعنی

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (سورہ علق۔آیت۔1)

پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا۔

گویا پڑھنا لفظ مذہب اسلام کے ساتھ جڑا ہوا ہے پڑھنا دین اسلام کا لازمی جزو ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جنگ میں جو قیدی بنائے جاتے تھے ان کی آزادی کا پروانہ ہی یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو پڑھنا سکھا دیں پھر وہ آزاد ہیں۔

مسلمان جب علم سے آشنا ہوئے تو انہوں نے ہیرے جواہرات کی طرح اس کی قدر کی اور اسکے حصول میں مصروف عمل رہے نبوت سے پہلے اور نبوت کے ڈیڑھ سو سال بعد تک جو تعلیم کا سلسلہ تھا اس کا تعلق حافظہ سے تھا سینہ بہ سینہ نسل در نسل پشت در پشت یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہتا۔ عربوں کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ تر مسائل کو نہ صرف بہت آسانی سے بیان کرتے ، حل کرتے اور اور ان پر بحث ومباحثہ بھی کرتے تھے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد نہ صرف لکھنے لکھانے کی طرف توجہ کی گئی بلکہ علم کے نئے نئے شعبے سامنے آئے اور مسلمانوں نے ان پر تحقیقات کر کے انہیں آگے بڑھایا۔ نحو، معانی، لغت، حدیث، فقہ، تاریخ، اسماء الرجال جیسے عظیم الشان شعبوں کی بنیاد ڈالی گئی۔ طلب علم کی جستجو میں مسلمانوں میں جو بے پناہ جوش وخروش تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ مسلمانوں کی حکومت ایک سرے سے دوسرے سرے تک قائم ہوگئی تھی اور فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جا رہا تھا اور ساتھ ہی ہزاروں قبائل مسلمانوں کی طرز زندگی، طرز معاشرت، طرز سلوک، مساوات، انصاف اور محبت وغیرہ سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں شامل ہوتے جا رہے تھے اور اس وسیع سلطنت میں مسلمانوں میں علم کا چرچا ہر خاص وعام میں سرایت کر گیا تھا۔ مرو، نیشاپور، بخارا، ایران، بغداد، شام، اسپین، ایک ایک نہ صرف شہر گاؤں محلہ اور گلیاں تک علم کی صداؤں سے گونج رہے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اگر تم بغداد کی گلیوں میں کسی کو دوڑتے بھاگتے دیکھو تو سمجھ لو کہ یا تو وہ پاگل مجنون ہے یا پھر طالب علم، جو ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسے میں درس شامل ہونے کے لیے دوڑ رہا ہے۔ اس

زمانے میں کوئی عالیشان عمارتیں اور شاندار مدرسے نہیں تھے مگر فیاضی علم کا یہ حال تھا کہ مسلمان مسجدوں کے صحن، مٹی کی زمین، گھروں کے صحن، درختوں کے نیچے غرض خوبصورت اور شاندار جگہ کی قید سے آزاد علم کی پیاس بجھانے میں مصروف عمل ہے۔

اس وقت کے بارے میں علامہ ذہبی جو مشہور ومورخ، محدث اور ادیب بھی تھے دمشق میں حدیث کے استاد بھی رہے ہے، فرماتے ہیں کہ اس وقت ایک ایک حلقہ درس میں سینکڑوں نہیں ہزاروں طالب علم شامل ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض حلقہ درس میں تو دس ہزار سے زیادہ تو صرف دواتیں ہی رکھی جاتی تھیں اور اس حلقہ درس میں دوسو ایسے ذہین وفطین علماء کرام بھی شامل ہوتے تھے جو اجتہاد اور فتویٰ دینے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ طالب علم کے لیے قابل علماء کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے لیے کثیر تعداد میں دور دراز کے سفر کیے جاتے جو خچروں، اونٹوں، گھوڑوں، قافلوں اور پیدل کی صورت میں ہوتے۔ مسلمان علم وحکمت کے موتی نہ صرف خود سمیٹ رہے تھے بلکہ بڑی فیاضی سے دوسروں پر لٹا بھی رہے تھے۔

مسلمانوں کے پاس بے شمار کتب خانے نام کے ساتھ جیسے بیت الحکمۃ، خزائن القصور، دار القلم، خزانۃ الکتب، خزانۃ الحکمت وغیرہ میں ہزاروں لاکھوں کتابیں ہوا کرتی تھیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی عظیم صلیبی جنگوں اور بیت المقدس کا فاتح اسکے وزیر القاضی الفاضل کے پاس 68 ہزار کتابیں تھیں۔ خلیفہ عزیز باللہ فاطمی کے کتب خانہ میں 16 لاکھ کتابیں، اندلس کے اموی خلیفہ حکم ثانی کے عہد میں قرطبہ میں 4 لاکھ کتابیں، مشرقی طرابلس میں 30 لاکھ کتابیں، مرزغہ میں 4 لاکھ کتابیں اور خود بغداد جو پورے عالم اسلام کا دار الخلافہ تھا اس میں 10 لاکھ کتابیں تھیں۔ اس کے علاوہ ہر شہر گاؤں، محلوں میں کثیر تعدا میں کتب خانے ہوا کرتے تھے اور اس میں بے شمار کتابوں سے ہر شخص مستفید ہوتا تھا۔

اور یہ علم زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ عملی بھی تھا اور صرف دینی ہی نہیں بلکہ سائنسی حوالے سے بھی مسلمانوں نے میدان میں انقلاب پیدا کیا آیئے ہم سائنسی حوالے سے جائزہ لیتے ہیں۔ کہ سائنس کیا ہے سائنس دراصل مطالعہ قدرت ہے۔ سائنس انسان کو یقین واعتماد کی قوت عطا کرتی ہے۔ سائنس ہمیں توہم پرستی، وہم جادو ٹونہ سے نجات دلاتی ہے سائنس انسان اور خدا کے درمیان معرفت کا وسیلہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ہونٹ مبارک پر اکثر یہ دعا ہوتی

اللّٰھم ارنی حقائق الاشیاء کما ھی

ترجمہ: اے اللہ مجھے کائنات کی اصل حقیقت سے آگاہ فرما۔

خود قرآن حکیم نے کائنات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور غور فکر کی ترغیب دی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ سِيْرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ۔ (س العنکبوت۔ آیت 20)

ترجمہ: زمین میں خوب گھومو پھرو اور دیکھو کہ اللہ نے مخلوقات کو کس طرح پیدا کیا۔

پھر اللہ نے باشہور بندوں کی خوبی بیان کرتا ہے۔

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورۃ آل عمران۔ آیت 191)

ترجمہ: وہ زمین آسمان کی پیدائش پر غور و حوض کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے مسلمانوں میں سائنس کا علم حاصل کرنے کا شعور بیدار ہوا اور غور فکر کی طرف توجہ کی جانے لگی تجربے اور مشاہدے کو اپنا معیار بنایا اور اس میں کمال کر دکھایا۔

اگر ہم سائنسدانوں کی فہرست بنائیں تو ایک لمبی قطار ہے، مثلاً خوارزمی، یعقوب الکندی، ابوالنصر فارابی، زہراوی، ابن الہیثم، ابوریحان البیرونی، ابن سینا، عمر خیام اور دوسرے ان گنت ہیں جنہوں نے نامساعد حالات اور پریشانیوں کا سامنا کیا لیکن سائنس کو اپنی بیش بہا صلاحیت سے وہ قیمتی جواہر عطا کئے کہ صدیوں تک اہل یورپ مسلمانوں کو ہی اپنا استاد رہبر مانتے رہے۔

مثلاً جابر بن حیان کے باپ کو بنو عباس کے خلاف تحریک چلانے کے جرم میں قتل کر دیا گیا تو جابر کی ماں اسے لیکر اپنے قبیلے "ازد" میں روپوش ہوگئی ایک ایسا شخص جسکے باپ کو بغاوت کے جرم میں قتل کر دیا گیا ہو اس کے حالات اور پریشانیاں کس قدر ہوں گی اس کے باوجود اس کی ایجادات میں چمڑے کو رنگنا۔ تیزاب بنانا۔ لوہے کو زنگ سے محفوظ کرنے کے لیے وارنش کرنا۔ فولاد بنانا۔ موم بنانا۔ دھاتوں کو صاف کرنا۔ خضاب بنانا اور دوسری بہت سی ایجادات ہیں۔

مسلمانوں نے نہ صرف نئے نئے شعبوں کی راہیں نکالیں بلکہ اس میں مشن کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مسلمانوں میں عالم، فاضل، ادب، دانشور، مفکر تھے۔ جو اپنے فن میں استاد ہوتے تھے اس کے علاوہ فلسفہ، ہیئت، موسیقی، طب، جغرافیہ اور حساب پر عبور کی مسلسل کوششیں جاری رہتی تھیں۔

طب پر تجدید کئے تو کتنی ہی بیماریوں کے علاج دریافت کیے۔ کیمیا پر کام کیا تو نت نئے مرکبات ایجاد کر لیے فلکیات کی طرف توجہ کی تو ستاروں کی گردش کے اصول دریافت کئے کسی نے کرہ ارض نقشے بنائے تو کسی نے چیچک خسرہ پر کام کیا۔ تو کسی نے باقاعدہ انسائیکلو پیڈیا ترتیب دے لیا، کسی نے روشنی کے حوالے سے کام کیا تو کسی نے دنیا کا عرض بلد اور طول بلد نکالا، کسی نے زمین کا قطر معلوم کیا اور اس کی پیمائش کر ڈالی کسی نے حیوانات پر کام کیا۔

یہ تمام مسلمان ماہرین کسی ایک نسل سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ مختلف النسل کے لوگ تھے کوئی عربی تھا تو کوئی مصری، کوئی ایرانی تھا تو کوئی ترکی غرض جہاں جہاں مسلمانوں کو علم کی روشنی ملتی وہاں مسلمان نہ صرف اسے حاصل کرنے میں مستعد ہوتے بلکہ اپنی صلاحیت کو استعمال کرتے ہوئے نئی نئی راہیں نکالتے اور مسلمانوں نے علم کے میدان میں کچھ کم نہیں بلکہ چھ صدیوں تک اس پر کام کیا۔

آہستہ آہستہ مسلمانوں میں تحقیق کا سلسلہ رکتا چلا گیا اور اہل یورپ نے اس کو اچک لیا مسلمان جن کی شان و شوکت کا زمانہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے، اسلامی شہروں میں خوبصورت عمارتیں بلند و بالا دلکش محلات اور باغات، عظیم الشان عبادت خانے اور بارونق بازار اور سرائے خانے ہوا کرتے تھے جہاں بلدیاتی اور شہری سہولتیں ہر خاص و عام کی دہلیز تک میسر تھیں۔

اس سلسلے میں تیرھویں صدی تک کا زمانہ بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس صدی کے بعد ہی اہل یورپ کا عروج اور مسلمانوں کا زوال شروع ہوا چنانچہ اس صدی تک پہنچتے پہنچتے مسلمانوں میں آگے بڑھنے تحقیق و جستجو کرنے اور طلب علم میں کمی آتی گئی اور اس پورے عرصے میں پورے یورپ اور کم و بیش دوسرے علاقوں پر جہالت اور تاریکی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور اس دور کو یورپ کا تاریک ترین دور کہا جاتا ہے۔ اس دور تک یورپ کا پورا براعظم گھنے اور تاریک جنگلوں میں گھرا ہوا تھا جگہ جگہ گندے پانی کے جوہڑوں

نے آبادیوں کو گھیرا ہوا تھا۔ لندن اور پیرس تک میں گارے اور بانسوں کے مکانات ہوتے تھے جنہیں روشندان نام تک کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی لوگ علم وحکمت کی روشنی سے دور وہم، جادو ٹونہ اور رسم ورواج کی بھول بھلیوں میں گم تھے علم کے دروازے نہ صرف بند تھے بلکہ علم سے متعلق پراگندہ خیالات اور باتوں نے انہیں علم سے متنفر کیا ہوا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ اسلامی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کی طرف راغب ہوں گے اوران کے خیالات میں تغیر رونما ہونے لگا۔ یورپ سے قریب ترین مملکت اسلامی اسپین ان کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ علم کے وسیع سمندر سے فیضیاب ہونے لگے طلب علم کی جستجو سے وہ علم کی منزلیں چھونے لگے اور ہم جس کی ابتدا ہی پڑھ سے ہوتی ہے انہوں نے علم سے دوری بیزاری اور ناقدری کرکے تیزی سے روبہ زوال ہونے لگے۔

جس قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر ہم ترقی کے بام وعروج کو پہنچے تھے آج اسی قرآن مجید سے دوری اور بے عملی نے ہمیں پستی کی گہرائیوں میں اتار دیا ہے۔ آج وہ ترقی یافتہ پر انسانی وغیر انسانی سہولتوں سے آراستہ نت نئی جہتوں سے آشنا کرنے والے ہمارے قابل تقلید بن گئے ہیں۔

آج ہم ہر چیز میں ان کے محتاج، ہیں مثلاً جاء نماز اور تسبیحوں کا استعمال ہر مسلمان کے لیے ممتاز اہمیت رکھتا ہے لیکن اس کی خریداری کے لیے سعودی عرب ہر سال دو بلین ڈالرز یعنی ایک سو ساٹھ ارب روپے میں چین سے خریدتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مسواکیں اسرائیل فروخت کرتا، عطر اور سرمہ یورپ میں میسر ہوتا ہے۔ احرام اور کفن یورپ کی مشینوں پر بنائے جاتے ہیں اور ان کے تمام کیمیکل دوسرے ملکوں کے ہوتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں علم مومن کی میراث ہے کونسا علم کونسے مومن اور کونسی میراث سے کہاں ہیں ہمارے علم حاصل کرنے کی جستجو اس کی لگن اور اس کے جذبے اور اس سلسلے میں درپیش مسائل کا سامنا کرنے کی قوت ان سب کو ہم نے تھپک تھپک کر سلا دیا ہے۔

لیکن ترقی یافتہ ممالک نے اپنی قوم میں علم کی جستجو لگن اور جذبہ پیدا کردیا ہے جو خون کی طرح ان میں سرائیت کر گیا مثلاً امریکی شہری اسٹیفن ہاکنگ جو 1963ء میں 21 سال کی عمر میں پی ایچ ڈی کر رہا تھا کہ

اسے ایک خطرناک بیماری نے گھیر لیا جسے موٹر نیوران ڈیز زیعنی طبی زبان میں اے۔ایل۔ایس۔ کہتے ہیں ہوگئی۔اس بیماری میں انسان کے دل پر چھوٹے چھوٹے عضلات ہوتی ہیں جو ہمارے جسم کو کنٹرول کرتے ہیں وہ مرنا شروع ہوجاتے ہیں اور آہستہ آہستہ انسانی اعضاء ساتھ چھوڑتے چلے جاتے ہیں۔اسٹیفن ہاکنگ کے ساتھ بھی یہ ہی ہوا۔اسکی پہلے انگلیاں، پھر بازو، پھر بالائی دھڑ، پاؤں، ٹانگیں اور آخر میں اس کی زبان بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی اب اس کی زندگی صرف پلکوں میں رہ گئی تھی۔1974ڈاکٹروں نے اس کو زندگی سے مایوس کردیا لیکن اس کی جستجو لگن اور جذبے مایوس نہیں ہوئے بلکہ اس نے ایک نئے عزم کے ساتھ کائنات کے رموز کھولے اور اس کام کو سرانجام دینے کے لیے کیمبرج یونیورسٹی کے کمپیوٹر سائنسدانوں نے اسٹیفن ہاکنگ کے لیے ٹاکنگ کمپیوٹر بنا کر وہیل چیئر پر لگادیا، یہ کمپیوٹر پلکوں کی زبان سمجھتا تھا اسٹیفن اپنی سوچ کو پلکوں پر شفٹ کرتا پلکیں خاص زاویے سے ہلتی پر زاویے لفظوں کی صورت اختیار کرلیتے اور یہ لفظوں کمپیوٹر کی اسکرین پر ٹائپ ہوتے بعدازاں اسپیکر کے ذریعے نشر ہوتے اس نے اپنی پلکوں سے کائنات کے سربستہ راز کھولے اور ''اے بریف ہسٹری آف ٹائم'' جیسی کتاب لکھنے والا خالق قرار پایا جو دنیا میں سب سے زیادہ بکنے والی مشہور کتاب ہے۔اس مشہور سائنسدان کو امریکی صدر بارک اوباما نے 2009 میں صدارتی ایوارڈ سے نوازا۔

ایک وہ وقت تھا وہ زمانہ تھا جب مسلمان علم کی اہمیت سے آشنا ہوئے تو کٹھن مسائل نامساعد حالات اور پریشانیوں کے باوجود اپنے اندر چھپی تخلیقی وتعمیری صلاحیتوں کو استعمال کرکے دنیائے علم میں اپنا حصہ ڈالا اور ایک زمانے کو ورطہ حیرت میں ڈالا۔

اور اب وہ وقت اور وہ زمانہ ہے جب زمین سے آسمان تک کی وسعتوں میں چھپے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے کی ذمہ داری اور دوسری اقوام نے سنبھال لی ہے۔اور اب کٹھن مسائل نامساعد حالات اور پریشانیوں سے نبرآزما ہوکر دنیائے علم میں اپنا کثیر حصہ ڈال رہے ہیں اور ایک زمانے کو حیرت میں ڈال رہے ہیں، اور ہم منہ اٹھا کر ان کی طرف حیرت سے دیکھتے ہیں اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو مصنوعی خوشیوں سے ہمکنار کرنے کی ناکام کوششیں کررہے ہیں۔

اس پورے مضمون نے کیا کچھ ہم پر آشکارا کیا مثلاً علم کیا ہے۔

علم ہمارے مذہب دین اسلام کی لازمی جزو ہے۔

علم کی اہمیت خود حضور اکرم ﷺ کی زندگی ارشادات اور قرآن مجید میں علم کے حصول کی اہمیت سے آگاہ کیا گیا ہے۔

علم حاصل کر کے، علم کے حصول کی جستجو نے مسلمانوں کو پوری دنیا میں عزت اور بلند مقام و مرتبہ عطا کیا۔

علم کو پس پشت ڈال کر اور علم سے دوری اختیار کر کے دنیا میں ذلیل و خوار اور رسوا ہو رہے ہیں۔

جائزہ

تاریخ قوموں کے عروج و زوال سے آگاہ کرتی ہے قومیں عروج تک پہنچ کر زوال پذیر ہونا شروع ہوتی ہیں۔

حل

بام عروج پر پہنچنے کے بعد زوال پذیری کے اسباب کا پتہ چلانا اور اس کا سد باب کرنا۔

نتائج

اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم امہ مل کر جامع حکمت عملی مرتب کریں اور اس کے لیے جوش جذبے اور مستقل مزاجی سے عمل پیرا ہوں یہ حکمت عملی کچھ مہینوں اور سالوں تک جاری رہنے والی نہ ہو بلکہ پیہم اور مسلسل جاری رہنے والا عمل ہو۔

اقتباس از "خالص عبادت" خطابات طاہریہ

اس موجودہ زمانے میں ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں سب سے زیادہ جس انداز میں تبلیغ کی ضرورت ہے وہ ہم نے ابھی تک استعمال نہیں کیا۔ جب تک ہم محبت اپنے دل میں رکھتے ہوئے، صحیح محبت رکھتے ہوئے یہ نہیں کہ ہم سب لوگوں کو خراب سمجھیں، غلط سمجھیں، یہ بھی کافر ہے، وہ بھی کافر ہے، وہ بھی گمراہ ہے، یہ بھی گمراہ ہے۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والا کبھی بھی لوگوں کی دلوں کو جیت نہیں سکتا۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ ان لوگوں سے کس طرح محبت رکھتے تھے کبھی بھی کسی کو یہ نہیں کہا کہ یہ ہو تم، وہ ہو تم۔ نہیں ان کو پیار اور محبت سے سمجھایا، نرمی سے سمجھایا حتیٰ کہ ایسے لوگ جن سے صریحاً غلطی ہوئی، کھلی غلطی ہوئی لیکن ان کو بھی آپ ﷺ نے سخت الفاظ سے نہیں جھڑکا۔ کہاں گیئے وہ اخلاق؟ کہاں گئیں وہ عادات؟ جس اصلاح کا نام لیتے ہیں وہ یہی تو اخلاق حمیدہ ہیں۔

تعارف کشمیر اور فیضِ مُرشد

رشید گل طاہری

ا۔ابتدائیہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا۔ پھر انسان اوّل سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق فرما کر اِس میں بسایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود آدم علیہ السلام سے کائنات کی ہر شے کا تعارف (introduction) کرایا اور اِس تعارف کا آغاز ہر شے کے نام سے فرمایا:

بحوائے کلامِ ربانی:

"وعلّم آدمَ الاسماء کلھا...." (سورہ بقرہ ۲:۔۔۔) ترجمہ: "اور اُس نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے"۔

اِس طرح کسی شے کا نام سیکھنے اور بتانے والی کائنات کی پہلی ہستی آدم علیہ السلام ہی ہیں۔ اور علمُ الاسماء (ناموں کے علم) کی تاریخ انسانِ اوّل سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ مُعلِّم الاسماء (نام سکھانے والے رب) نے آدم علیہ السلام کے ذریعے سے علم الاسماء کو بنی نوع انسان کی فطرت میں ودیعت فرما رکھا ہے۔ اسی فطری صلاحیت کی بناء پر ہر انسان اپنے گردوپیش چیزوں کے نام جاننے کیلئے ہمہ وقت متجسس رہتا ہے اور ہر نئی دریافت یا ایجاد شدہ چیز کا نام رکھ کر اسے متعارف کراتا ہے۔ آپ کا مشاہدہ اس حقیقت کی تصدیق کرے گا کہ روزمرہ زندگی میں بھی ہم اکثر و بیشتر چیزوں اور اشخاص کا تعارف اُن کے ناموں سے ہی کراتے ہیں۔ باالفاظِ دیگر ناموں کے ذریعے سے ہی ہم مختلف چیزوں کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور ناموں سے ہی ہم انھیں یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں۔

یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اِسم اور مسمّٰی کے مابین مختلف جہتوں سے گہرا ربط و تعلق پایا جاتا ہے۔ اسم اور مسمّٰی کے مابین پائے جانے والے مختلف الجہات اس ربط و تعلق اور مناسبت کی ایک صورت کا اظہار وجہ تسمیہ سے کیا جاتا ہے اور وجہ تسمیہ سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز یا شخص کا نام ویسا کیوں رکھا گیا ہے؟۔

اور جب بات آتی ہے دنیا کے ممالک کے ناموں کی، تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے ممالک ہیں کہ جن کے نام زمانہ قدیم سے چند شخصیتوں پر رکھے گئے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کے نام دیگر مناسبتوں سے رکھے گئے ہیں۔

یہ بات بہت سے لوگوں کے لئے حیرت کا باعث ہوگی کہ

مصر Egypt، لیبیا Libya، کنعان Cannan، قبرص Cyprus اور سپین Spain حقیقت میں شخصیتوں کے نام ہیں۔ یہ کن شخصیتوں کے نام تھے؟ یہ جاننے کے لیئے راقم کے بائبل پر مبنی درج ذیل تاریخی و تحقیقی خاکے کا ایک

حصہ ملاحظہ فرمائیے:

''طوفانِ نوح کے بعد نسلِ انسانی دنیا میں کیسے پھیلی؟

۱۔طوفان کے وقت کشتی میں نوح علیہ السلام کے تین بیٹے بھی سوار تھے۔(تکوین۔ب۷: آیت۱۳)

۲۔کشتی کوہِ اراراط (on a mountain in the Ararat range) پر ٹھہری (ب۸:۴)

..اراراط Caspian Sea کے بالکل west میں ہے۔(Good NewsMap p.14).

۳۔نوح علیہ السلام کے یہ تین بیٹے حام، سام اور یافث تھے۔۔(آیت۱۵۔انھیں ''حسی'' سے ترتیب وار یاد رکھا جاسکتا ہے۔رشید)

۴۔انھی سے تمام زمین میں بنی نوع انسان پھیلے(آیت۱۹)

1۔حام:

حام کا ایک بیٹا کوش (Cush) تھا جس سے نمرود (Nimrod) پیدا ہوا۔(ب۱۰، آیت۸)

۱۔نمرود کی بادشاہت کا آغاز بابل اور ملحقہ علاقوں سے ہوا۔(۱۰:۱۰)

At first his kingdom included Babylon,Erech,Accad,All three of them in Babylonia. From that land he went to Assyria and built the cities of Nineveh,.........(Goog News)

۲۔نینوا (Nineveh) شہر اس نے تعمیر کیا تھا(۱۱:۱۰)

۳۔بابل کے بارے میں عجیب روایت بیان کی گئی ہے کہ پہلے تمام لوگوں کی زبان ایک تھی.....آؤ ہم اتریں اور وہاں ان کی زبان میں اختلاف ڈالیں تاکہ وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکیں....اس لئے اس کا نام بابل ہوا....(باب۱۱:۱تا۹)

The tower of Babylon(Good news.p15): Let us go down and mix up their language so that they will not understand one another.(footnote reads:Babylon :this name sounds like the Hebrew for *"mixed up "*.

Babel(King James p.9):b/w two colums:7.that is *confusion.*

جبکہ اِس کے برعکس قرآن میں اختلافِ السنہ کو خالقِ کائنات کی آیت (نشانی) کہا گیا ہے...

۴۔حام کے دیگر بیٹے مصر Miz-ra-im(King James)/Egypt(Good news)فُوط Phut(King James)/Libya(Good news)اور کنعان Cannan تھے۔(ب۱۰: آیت ۶)

Caphtor from whom the Philistines are descended(Good News:10:13)

غالباً انھی کے ناموں پر اِن ممالک کے نام رکھے گئے ہیں (رشید)

۵۔حام حضرت نوح کے چھوٹے بیٹے (youngest son) تھے(ب۹:۲۴)

۶۔کنعان غلام ہو.....(ب۹:۲۶: کیا مابعد تاریخ میں ایسا ہوا؟.....رشید)

۷۔حام کی اولاد ......کہاں کہاں.اور اُن سے آج کون کون سی اقوام ہیں......؟..

..........افریقی اقوام (map.p14)........(غالبا ایشیاء بھی.....جسے مزید دیکھنا ہے.....رشید)

۸۔نقشہ: Good News p 14

2۔یافث:

ا۔...کی اولاد میں ماجوج (Magog).....(ب۱۰:۲)

۲۔..کی اولاد میں سے Spain,Cyprus...who live along the coast and on the inlands(Good News:10;4-5)

۳۔یعنی یورپی اقوام جو Mediterranean Sea کے north میں ہیں.(Good News p.14)

3 ۔سام:

ا۔سام حضرت نوح کے بڑے بیٹے اور یافث کے بڑے بھائی (the elder brother of Japheth) تھے۔(ب۱۰:۲۱)

۲۔اولاد میں سے اشور، (Asshur) ارام (Aram) اور پھر (Hazarmaveth) وغیرہ تھے(ب۱۰:۲۱تا۳۰)

Shem...the ancestor of all the Hebrews.(GoodNews :10:21)

۳۔ان کی اولاد عراق اور عرب میں آباد ہوئی....(رشید..See map.p.14)---"

شخصیتوں پر ممالک اور جگہوں کے نام رکھنے کے علاوہ دیگر مناسبتوں سے کسی جگہ کا نام رکھنے کی ایک بہترین مثال پنجاب ہے۔یہ پانچ بڑے دریاؤں کی وجہ سے پنجاب کہلایا۔

۲۔ کشمیر کی وجہ تسمیہ:

سرزمینِ کشمیر مطابق تحقیق ماہرین ارضیات دس کروڑ سال پہلے معرض وجود میں آئی۔ لفظ کشمیر قبل از مسیح سے مستعمل چلا آرہا ہے، جس کی وجہ تسمیہ اوپر دی گئی مثالوں مصر یا پنجاب کی طرح روشن اور متفق علیہ نہیں ہے۔ مورخین اور محققین کشمیر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں درج ذیل روایات بیان کرتے ہیں:

1۔ کس میر......(کس = نالہ + میر = پہاڑ۔ گویا نالوں اور پہاڑوں پر مشتمل ملک)

2۔ کاس میر......(کاس = جھیل کا پانی + میرا = جہاں پانی نہ ہو)

3۔ کاش میر......(کاش = سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا سردار جن + میر = اس لشکر کی خوبصورت پری کا نام) یعنی وہ سرزمین جس کو سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے سردار جن "کاش" نے بارہ مولا کا پہاڑ کاٹ کر جھیل سے خالی کیا تھا اور جس کے عقد میں حسبِ وعدہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر کی خوبصورت پری "میر" دی

4۔ کشپ میر ......یعنی (کشپ بزرگ کی (پانی سے) خالی کی ہوئی زمین)

(مستفاد منِ جموں کشمیر بک آف نالج، محمد سعید اسعد، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر اسٹڈیز، اشاعت ہفتم فروری ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۔۱۵، باب اول)

5۔ ک اشیر......یعنی ملک شام جیسا۔ 558 قبل مسیح ملک شام سے آئے ہوئے عبرانی بولنے والے بنی اسرائیل اس سرزمین اور اس کی آب وہوا کو دیکھ کر پکار اٹھے "ک اشیر"....(عبرانی ک: مانند اور اشیر: شام)۔ یعنی ملک شام جیسا۔ اس طرح کاشیر سے کشمیر بنا۔ کشمیری بولنے والے آج بھی کشمیر کو کشیر ہی کہتے ہیں۔ (مستفاد من جموں کشمیر بک آف نالج، محمد سعید اسعد، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر اسٹڈیز، تیرھواں ایڈیشن، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۲۴)

۳۔ جموں کی وجہ تسمیہ:

روایت ہے کہ آج سے تین ہزار برس قبل دریائے روی کے کنارے جہاں جموں شہر آباد ہے، یہاں ایک گھنا جنگل تھا۔ ایک دفعہ باہور ریاست کا بادشاہ ''جامبولوچن'' اِس جنگل میں شکار کھیلنے کے لیئے آیا۔ تو اُس نے دیکھا کہ یہاں ایک تالاب کے کنارے شیر اور ایک بکری ایک ساتھ پانی پی رہے ہیں۔ وہ اِس خطے کے ان جنگلی جانوں کی محبت اور دوستی کا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے ان امن پسند اور صلح جو جانوروں کا شکار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اُس نے سوچا جس خطے کے جانوروں میں اتنا پیار اور صلح مندی ہے۔ یقیناً اِس خطے میں آباد ہونے والے انسانوں میں بھی یہ خصائل پائے جائیں گے۔ چنانچہ اُس نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ کیا اور یہاں ایک شہر آباد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس

شہر کا نام بادشاہ کے نام پر ''جامبو'' رکھا گیا جو رفتہ رفتہ جموں کہلانے لگا۔

(از جموں کشمیر بک آف نالج، محمد سعید اسعد، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر اسٹڈیز، تیرھواں ایڈیشن، فروری ۲۰۱۲ء، ص ۲۵۔۲۶)

۴۔ جموں و کشمیر کا رقبہ اور نقشہ:

کشمیر کا کل رقبہ 84471 مربع میل ہے جسے بلحاظ رقبہ دنیا کے ۱۱۰ آزاد ممالک سے بڑا بتایا جاتا ہے۔ اور اِسے مجموعی طور پر درج ذیل پانچ حصوں پر مشتمل قرار دیا جاتا ہے:

۱۔ بھارتی مقبوضہ علاقہ (بر مشتمل صوبہ لداخ، صوبہ کشمیر و صوبہ جموں) = 41342 مربع میل۔

۲۔ چین کے زیر قبضہ علاقہ (اقصائی چن جو ۱۹۶۲ء بھارت چین جنگ میں لیا گیا) = 9171 مربع میل۔

۳۔ پاکستان کے زیرِ انتظام علاقہ (گلگت بلتستان) = 27946 مربع میل۔

۴۔ گلگت بلتستان کی شمالی سرحد سے صدر پاکستان ایوب خان کا چین کو تحفہ میں دیا گیا علاقہ = 1868 مربع میل۔

۵۔ آزاد کشمیر = 4144 مربع میل۔ (ایضاً) (........نقشہ کشمیر.......)



اس طرح آزاد کشمیر کا رقبہ (4144 مربع میل) بھارتی مقبوضہ کشمیر (41342 مربع میل۔) کا پورا دسواں حصہ بھی نہیں بنتا۔ اور کل کشمیر محولہ بالا (84471 مربع میل) کا صرف تقریباً بیسواں حصہ بنتا ہے۔

۵۔ کشمیر کا محل وقوع:

کشمیر صورتِ بالا میں 32.17 سے 36.58 عرض بلد اور 73.26 سے 80.30 طول بلد پر ایشاء کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں چین، مغرب میں پاکستان، شمال میں چین اور افغانستان اور جنوب میں بھارت ہے۔

۵.۱۔ وضاحت عرض بلد وطول بلد: عرض بلد اور طول بلد جغرافیہ کی اصطلاحات ہیں۔ ان اصطلاحات کو جاننے سے قبل ضروری ہے کہ جغرافیہ کی چند دیگر مبادیات کو ذہن نشین کر لیا جائے۔

الف۔ سمتیں (directions) معلوم کرنے اور انہیں یاد رکھنے کا آسان طریقہ:

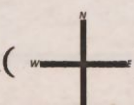
جغرافیہ کی چار سمتیں ہیں (ورنہ چھ ہیں): ۱۔ مشرق (east) ۲۔ مغرب (west) ۳۔ شمال (north) ۴۔ اور جنوب (south)۔ یہ چاروں سمتیں جاننا اور انہیں رٹ کر فر فر سنا دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ لیکن اِس سے اہم بات یہ ہے کہ آپ یہ یاد رکھ سکیں کہ (1) نقشہ پر اور (2) جس جگہ آپ کھڑیں ہیں وہاں سے آپ کے دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے کون کون سی سمتیں اور ممالک واقع ہیں؟۔ آیئے انہیں یاد رکھنے کے لئے ذیل میں تین درجات (steps) پر مشتمل ایک نیا اور آسان طریقہ بتاتے ہیں:

(step.1): سوال: انگلش میں "خبروں" کو کیا کہا جاتا ہے؟ جواب: "NEWS"

(step.2): سوال: A,B,C سیکھنے والا بچہ Z کو ابتداء میں کیا سیدھا لکھ سکتا ہے؟ جواب: نہیں، بلکہ ٹیڑا لکھتا ہے۔ آپ بھی ایسے بچے کی طرح ایک کاغذ پر پہلے کچھ ٹیڑا زیڈ (Z) لکھیں اور پھر اس ٹیڑے زیڈ کے اوپر والے پہلے کونے پر "NEWS" کا N، دوسرے کونے پر E، تیسرے پر W اور چوتھے پر S رکھیں۔ ()

(step.3): اب اس ٹیڑے زیڈ سے "NEWS" کو ایک ایک کر کے کراس + پر لے آئیں: ()

یہاں N سے مراد North، E سے مراد East، W سے مراد West اور S سے مراد South ہے۔

کراس پر اس طرح سمتوں () سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے سامنے درست طریقے

سے رکھے گئے نقشے پر نارتھ(شمال) ہمیشہ اوپر، ساؤتھ(جنوب) ہمیشہ نیچے ،(نوٹ: n سے nose اور s سے shoes بھی ہوتا ہے اور nose بھی ہمیشہ اوپر اور shoes نیچے ہوتے ہیں)ایسٹ(سمتِ شرق) آپ کے دائیں طرف اور ویسٹ (سمتِ غرب)ہمیشہ آپ کے بائیں طرف آتی ہے خواہ نقشے کو آپ اپنے کمرے کی جس دیوار پر (دائیں بائیں، آگے پیچھے) رکھیں یا کمرے کی چھت یا اپنے سامنے میز پر رکھیں۔(کسی اجگہ نقشہ رکھنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ نقشے میں درج جانبِ شمال ہمیشہ آپ کے سامنے رہے۔)

اگر نقشے کی رو سے (مثلاً) آپ یہ جان چکے ہیں کہ پاکستان کے شمال میں چین، مشرق میں بھارت، مغرب میں افغانستان اور جنوب مغرب میں ایران اور جنوب میں بحر ہند واقع ہے۔



(......نقشہ پاکستان......)

تو اب یہ کیسے پتہ چلے گا کہ آپ جہاں کھڑے ہیں وہاں سے حقیقی دنیا میں آپ کے دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے کس طرف بھارت، افغانستان، بحر ہند اور چین وغیرہ آتے ہیں؟ یہ جاننے کیلئے آپ پہلے اپنی جگہ سے قبلہ رخ معلوم کریں جو پاکستان میں جانبِ مغرب ہے اور پھر اس انداز میں کھڑے ہو جائیں کہ آپ کا بایاں بازو قبلہ رُخ ہو جائے۔ یوں سمتِ مغرب جو نقشے پر ہمیشہ آپ کے بائیں طرف رہتی ہے اُس میں اور اِس طرح بایاں بازو قبلہ رخ کرنے سے حقیقی دنیا میں زمین پر واقع سمتِ مغرب ایک ہو جاتی ہے۔ جبکہ کسی اور انداز میں کھڑا ہونے سے نقشے پر واقع اور حقیقی دنیا میں زمین پر واقع سمتوں میں کبھی یکسانیت اور موافقت نہیں آسکتی۔ اس نداز میں کھڑا ہونے سے اب آپ آسانی سے اشارہ کر سکتے ہیں کہ افغانستان جو نقشے پر مغرب میں واقع ہے اِس وقت آپ کے بائیں طرف ہے، بھارت جو نقشے پر مشرق میں واقع ہے اِس وقت آپ کے دائیں طرف ہے، چین جو نقشے پر شمال میں واقع ہے اِس وقت آپ کے سامنے کی طرف ہے اور بحرِ ہند جو نقشے پر جنوب میں واقع ہے اِس وقت آپ کی پشت کی طرف ہے۔

نقشے اور زمین دونوں پر سمتیں جاننے کے بعد (اگر آپ کے پاس دنیا کا پولیٹیکل میپ (political map) ہو تو اُس کو اپنے سامنے رکھ کر) اب یہ ذہن نشین کر لیجیئے کہ نقشے پر کرہ ارض کو شرقاً غرباً اور شمالاً جنوباً خطوط سے تقسیم کیا جاتا ہے اور (الف) اِن میں سے ایک خط (Line) مشرق سے مغرب تک (From East to West) کھینچا گیا ہے جو کرہ ارض کو اوپر اور نیچے دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اِس خط (line) کو خطِ اِستواء (Equater) کہا جاتا ہے اور نقشے پر یہ صفر درجہ (zero degree) پر ہوتا ہے۔ خطِ اِستواء سے اوپر یعنی جانبِ شمال 23.5 درجے پر اِس کے بالکل متوازی (parallel) ایک اور خط گزرتا ہے جسے خطِ جدّی (Tropic of Capricon) کہا جاتا ہے اور خطِ اِستواء سے نیچے یعنی جانبِ جنوب 23.5 درجے پر اِس کے بالکل متوازی (parallel) ایک اور خط بھی گزرتا ہے جسے خط سرطان (Tropic of Cancer) کہا جاتا ہے۔ ان دو خطوط (یہاں یاد رکھیے کہ جدّی وسرطان، حروفِ تہجی کے لحاظ سے پہلے "د" پھر "س") کے علاوہ خطِ استواء کے نیچے اور اوپر اور بھی متوازی خطوط گزرتے ہیں۔ خطِ اِستواء پر سورج کی شعاعیں سیدھی (straight) پڑتی ہیں اِس لیئے جو ممالک خطِ اِستواء پر آتے ہیں اُن میں موسمِ گرما میں زیادہ گرمی پڑتی ہے اور جو ممالک خطِ استواء سے جوں جوں دور ہٹتے چلے جاتے ہیں اُن میں گرمی بتدریج کم اور سردی زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔

(ب) نقشے پر ایک اور خط شمال سے جنوب تک (From North to South) آتا ہے جو کرہ ارض کو

دائیں بائیں بھی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اِس خط کو خط نصف النّہار ?(Prime Meridian) کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے ڈیجیٹل گھڑیوں میں (ante-meridian)am اور (post-meridian)pm لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(ج) جو خطوط خطِ اِستواء (Equater) کے متوازی (ایک سیڑھی کے درجوں کی طرح/ like rungs of a ladder) گزرتے ہیں انھیں عرض بلد (Latitude) کہتے ہیں۔

(د) جو خطوط مرکزی خط Prime Meridian کے متوازی گزرتے ہیں انھیں طول بلد (Longitude) کہتے ہیں۔

(نوٹ)۔ یہ المیہ ہے کہ ہمارے بعض سرکاری اداروں میں دورانِ تدریس اکثر و بیشتر نقشہ پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور محض رٹنے رٹانے پر انحصار و اکتفاء کر لیا جاتا ہے بلکہ حد تو یہ ہے کہ بعض مطالعہ پاکستان کی کتابوں میں محل وقوع پر بحث تو پائی جاتی ہے مگر اس حوالے سے نقشے کا سرے سے وجود ہی نہیں ملتا۔ علمی مطالعہ پاکستان (لازمی) برائے بی۔اے/بی۔ایس۔سی/بی۔کام/ایم۔بی۔بی۔ایس وغیرہ، مصنف پروفیسر احمد ریاض الہدیٰ، علمی کتاب خانہ، کبیر سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، سن طباعت ندارد، اس کا واضح ثبوت ہے) حالانکہ نقشے کی تفہیم (comprehension of map) بہت سے علوم میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مثلا ا۔جغرافیہ (Geography) ۲۔تاریخ (History) ۳۔حالاتِ حاضرہ (Current Affairs) ۴۔عالمی سیاست (World Politics) ۵۔بین الاقوامی تعلقات (InternationalRelations) وغیرہ۔ نیز جو چیزیں نقشے کی مدد سے سمجھی جاتی ہیں وہ ذہن پر نقش ہو جاتی ہیں اور بھولنے نہیں پاتیں۔ حدیث شریف ہے کہ: "لیس الخبر کالمعاینۃ" یعنی سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی بات کی طرح نہیں ہو سکتی۔

جغرافیہ کی ان مبادیات کے بعد اب یہ سمجھنا آسان ہے کہ کشمیر صورتِ بالا میں 32.17 سے 36.58 عرض بلد اور 73.26 سے 80.30 طول بلد پر ایشاء کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں چین، مغرب میں پاکستان، شمال میں چین اور افغانستان اور جنوب میں بھارت ہے۔

۶۔ کشمیر کے تاریخی ادوار:

1947ء سے قبل کشمیر کے درج ذیل سات تاریخی ادوار ہیں:

ا۔قدیم ہندوانہ دور:

یہ دور قبل مسیح سے (راجہ سہدیو) ۱۳۱۹ء تک تقریباً چار ہزار سال پر محیط ہے۔

صوفیائے کرام کی انقلاب آفریں نگاہ اور کشمیر کا پہلا مسلمان بادشاہ:

قدیم ہندوانہ دور کا حکمران راجہ سہدیو (۱۳۰۰ء-۱۳۱۹ء) جب تارتاری حکمران زوالچو کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے فرار ہوگیا اور حملے کے بعد زوالچو بھی کشمیر سے واپس چلا گیا تو اُس وقت راجہ سہدیو کے ایک وزیر ''رنچن'' نے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور بعد ازاں ترکستان سے آئے ہوئے ایک صوفی بزرگ حضرت شرف الدین بلبل شاہ کے دست حق پرست پر رنچن حلقہ بگوش اسلام ہوا اور سلطان صدرالدین کے نام سے ۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۳ء تک تین سال کشمیر پر حکومت کی۔ یہی سلطان صدرالدین کشمیر کے پہلے مسلمان بادشاہ تھے۔

یہ مسلمہ تاریخی واقعہ اِس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ:

ا۔ دنیا کے کئی دیگر ممالک کی طرح کشمیر میں بھی اسلام صوفیائے کرام کے ذریعے پھیلا۔

۲۔ صوفیائے کرام کا طریق انقلاب جبر وتشدد سے پاک اور ہمیشہ پُر امن ہوتا ہے اور ان کے پیشِ نظر نہ اپنا اقتدار ہوتا ہے اور نہ حکومتوں کی تبدیلی۔ اور نہ ہی ان کا فیض محض عوام تک محدود رہ کر صاحبانِ اقتدار کو نظر انداز اور محروم رکھتا ہے۔ یہ عوام وخواص کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور ایوانِ اقتدار سے باہر رہ کر بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں کہ:

الف۔ الناس علی دین ملوکہم۔ یعنی عوام حکمرانوں کے طرزِ زندگی کو اپناتے ہیں۔ اس لئے حکمرانوں کی اصلاح سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔

ب۔ جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو؛ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔ (علامہ اقبال)

ج۔ نیز طاقت اقتدار سمیت ہر قسم کی طاقت کے لیے یہ بھی درست ہے کہ:

لادیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر؛ ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک۔ (علامہ اقبال)

۳۔ تصوف دنیوی کام کاج یا کسی عہدے اور منصب کو ترک کر دینے کا نام نہیں اور نہ کبھی صوفیاء کرام نے اس کی تعلیم دی ہے۔ بلکہ انھوں نے اِس کے برعکس حضرت شرف الدین بلبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بادشاہوں کو بھی اُن کی دنیوی بادشاہت پر قائم رکھتے ہوئے روحانی بادشاہت سے نوازا اور پھر اُن کی صلاحیتوں سے بھرپور کام لیتے ہوئے اُن کے ذریعے عامۃ الناس کی وسیع تر اور موثر اصلاح فرمائی۔

۴۔ جب ہزاروں سال کفر وشرک سے لپٹے ہوئے ہندو معاشرے کی اصلاح نگاہِ ولی سے ہوسکتی ہے تو پھر آج معصیت اور غفلت میں ڈوبے ہوئے انحطاط پذیر مسلم معاشرے کی تطہیر واصلاح نگاہِ ولی سے کیونکر نہیں ہوسکتی؟

اسی نگاہِ ولی کی تاثیر کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

الف۔کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا؟ نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

ب۔خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں؛ تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں۔

۲۔راجہ اودیان دیو کا دور: (۱۳۲۳ء تا ۱۳۳۸ء): 15 برس

سلطان صدرالدین کے وصال کے بعد راجہ سہدیو کا بھائی اودیان دیو ۱۵ سال تک (۱۳۲۳ء تا ۱۳۳۸ء) حکومت پر قابض رہا۔

۳۔مسلم سلاطین کا دور: (۱۳۳۸ء تا ۱۵۸۶ء): 248 برس

اودیان دیو کے انتقال پر اُس کے ایک مسلمان وزیر شاہ میر نے اقتدار سنبھال کر شاہ میری سلطنت کی بنیاد رکھی۔ شاہ میری خاندان نے 216 برس ۱۵۵۴ء تک کشمیر پر حکومت کی۔

شاہ میری دور میں ہی امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سات سو رفقاء و خلفاء عظام کے ساتھ دیگر علاقوں کی طرح کشمیر میں بھی خوشبوئے اسلام پھیلائی۔ آپ اپنے مُرشد کے حکم پر ۲۱ سال متعدد ممالک کا تبلیغی و دعوتی دورہ کر کے اپنے وطن ہمدان (ایران) واپس ہوئے۔ اِن ۲۱ سالوں میں آپ نے چودہ سو اولیاء اللہ سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں امیر تیمور کے آزار کے سبب آپ ہمدان سے نکل کر ختلان (موجودہ تاجکستان) آگئے۔ پھر ایک مرتبہ امیر تیمور نے آپ کو بخارا طلب کر کے کہا کہ 'کیا یہ سچ ہے کہ تم حصولِ اقتدار کی خاطر امرائے دربار سے سازباز کرتے ہو اور لوگوں کو ورغلانے کی خاطر میری باتوں کا بتنگڑ بناتے ہو۔ میں تم سب کو ملیامیٹ کر دوں گا'۔ اس مردِ حق نے بادشاہ کو برملا ٹوک دیا اور فرمایا: 'ایک ہوس پرست اور جاہ طلب سفاک سے توقع بھی یہی ہے۔ مگر تمہارا اندیشہ غلط ہے۔ ایک دفعہ خلوت نشینی کے دوران عروج حاصل ہوا تو مجھے دنیا پیش کی گئی لیکن مین نے اُسے قبول نہیں کیا۔ ایک رات دورانِ سفر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک لنگڑہ ریچھ ایک حرام مُردہ کو کھینچ کر لے جا رہا ہے۔ میرے لیئے یہ بادشاہت مُردہ ہے۔ (تیمور ایک پاؤں سے لنگڑہ تھا) اور یہ سچ ہے کہ یہ دنیا مُردار ہے۔ اور میں اِس کا طلب گار نہیں، ہم اپنا منہ آخرت کی طرف موڑ چکے ہیں اور دنیا کے طالب نہیں۔' امیر تیمور انتہائی طیش کے عالم میں بولا: آپ اپنے خاندان کے سب افراد کو لے کر میری قلمرو سے جلد نکل جائیں۔ یہ سُن کر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا: 'یہ خدا کا گھر ہے۔ میں بادشاہ کے ملک سے باہر آگیا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے سامانِ سفر درست کرنے کا حکم دیا اور سات سو ہمراہی لے کر ظہر کے وقت ۱۳۷۳ء میں کشمیر کا رُخ کیا۔ کشمیر پہنچ کر آپ نے آپس میں جنگ پر آمادہ دو مسلمان بادشاہوں (سلطان شہاب الدین والئی کشمیر اور والئی دہلی فیروز تغلق) میں مصالحت کروادی۔ (جاری ہے)

کلام شاہ صاحب

ڈاکٹر شکیل احمد طاہری

بھٹائی سرکار کا فکر اس لامحدود محبوب حقیقی کو اصل سے نزدیک ہو کے دیکھنے کو سرگردان ہے

سر آسا کا ایک بیت ہے

لوچان ٿِي لاحَدَ ۾، هادِيءَ لهان نَه حَدُّ؛
سُپيرِيان جي سُونهَن جو، نَکو قَدُ نَه مَدُّ؛
هِتِ سِکَڻُ بي عَدَدُّ، هُتِ پرِينءَ پَروا ناهِ کو.

لامکان چ لبھاں اوہنوں جتھے کوئی نہ حد

حسن سمندر ٹھاٹھاں مارے، تدنا او تھے مد

تاینگھ ماہی دی ودھ۔۔۔ اس پرواہ ناکائی

اس موضوع پر شاعر منیر نیازی نے کہا

چاہتا ہوں دیکھنا اس کو اسی کے رنگ میں

سب عقیدوں سے پرے کی زندگی کے رنگ میں

سارے اندازوں سے آگے کی کمی کے رنگ میں۔

لیکن اس طرح کے وسیع المشرب مزاج کو رکھتے ہوئے بھی شاہ صاحب ان راستوں پر مرشد کامل کی اہمیت سے پوری طرح باخبر ہیں اور اسے محبوب حقیقی تک رسائی کا قریب تر وسیلے گردانتے ہیں۔

اس تلاش میں وہ ابتدائی اساتذہ کی رہنمائی کی حدیں مقرر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

سرسریراگ

اوریائین آڻين، میڙیو مُعَلِمَ خَبرُون؛

سا تان سُڌِ نه ڏِين، جتي وَهُ ويڌ کري

ترجمہ

اراں دیاں سبھ خبراں لے کے آئے معلم کیہیں

اسدی ڈس نادین۔۔۔۔۔۔۔جتھے غضب دیاں ٹھاٹھاں

اسی طرح کی منزل میں بابا بلھے شاہ بھی بول اٹھتے ہیں کہ

ہور میں سبھے گلڑیاں، اللہ اللہ دی گل

کجھ رولا پایا عالماں کجھ کاغذاں پایا جھل

پھر پکارتے مرشد کو

چھیتی بوہڑیں وے طبیبا نئیں تے میں مر گئیا

بھٹائی صاحب صدا لگاتے ہیں،

سرسسئي آبري

وَڏا وَڻَ وَڻِڪار جا، جِتِ نانگَ سُڃَن نِيلا؛

اُتي عَبدُاللطِيفُ چئي، کيا هيڪِلِيُن حِيلا؛

جِتِ کُرُمَ نه قِيلا، اُتِ رَسج، رَهبَر! راهَ ۾.

ترجمہ

اچے رکھڑے جنگلاں دے جتھے ناگ سنیدے نیلے

اوتھے عبداللطیف کھوے کیتے کلیاں جاجا چلے

جتھے نیئوں کڑم قبیلے ۔۔رہبر اپڑیں اوتھے راہ وچ

حضور سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں

ترجمہ

مرشد مربی مہرباں کر صاف دل داایہہ صحن

اس قید کولوں آزاد کرتاں ویکھ لاں آپنا وطن

حضور قبلہ محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی فرماتے ہیں

ترجمہ

تیرے سوا دوجی واہ نہیں اے

بیچنے دی کوئی راہ نہیں اے

اگ بلے پر تھاں یار، کھلوتا تیرے درہے واں سوالی

شاہ حسین رح کی کافیوں کی آواز آتی ہے

سجن دے تہد بانہہ اساڑی کیونکر آکھاں چھڈوے اڑیا

کہیں سے جیوے مرشد کامل باہو کی صدائیں تو کہیں یہ دعوی کہ

کامل لوک محمد بخشا لعل بناں پتھر دا

وارث شاہ بھی بول اٹھتے ہیں

پاک رب تے پیر دی مہر باہجھوں کٹے کون مصیبتاں بھاریاں جی

روہی سے خواجہ فرید کی آواز گونجی

گھول گھتاں میں فخر جہاں توں جنت حور قصور

قصہ مختصر لاتعداد ابیات صوفی شعراء کے ہاں ایسے پائے جاتے ہیں

جس میں مرشد کامل کی اہمیت اور فضیلت کا بیان ہے

صوفیانہ کلام رضائے الٰہی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر فکر، پاکدامنی، انکساری، غیرت، بندہ پروری، عفودرگذر اور کئی ایسے موضوعات جن میں مؤثر انداز میں رہنمائی کی گئی ہے بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارے پیران کبار نے اس طرح کے کلام کو اپنی محافل کا خصوصی حصہ بنایا اور عوام الناس کے لئے نہایت مفید اور والہانہ انداز میں اس کے استفادے کا باب کھولا۔ نوجوانوں کے لئے آج کے دور میں شاہ لطیف بھٹائی رح کے یہ دوبیت کس قدر اہم ہیں

سر مومل

كاڪِ نه جَهلِيا كاپَڙِي، موهِيا ڪَنهن نه مالَ؛

سوڍيُون سِجهائي ويا، هَهڙا جَنِين حالَ؛

جي چورِيُن ڏِنا چالَ، تَپِ لاهُوتِي لنگهي ويا.

ترجمہ

کاک محل نہ جوگی ٹھہرے، موہے کسے نامال

تیویاں نوں ریجھاں کِ ٹر گئے، ایسے اونہاں دے حال

مٹیاراں سٹے جال۔۔۔ تاں وی گئے لاہوتی لنگھ

سر کنیات

وَنّي سيڻَ سُوَڻَ، پاءِ پنهنجي ڪَرَهي؛
وَلِيُون واسَ وَرنيُون، پَهريُون مَٿي پَٽَ؛
چانگي چِٽِي چَٽَ، ته پوءِ نه رَهَندو پَنِدَ ري.

ترجمہ

ڈاڈھا پکار سالے کے اوٹھ آپنے نوں پائیں
ویلا بہت میداناں اندر مشکیاں تھائیں تھائیں
بھس جے پے گیا سائیں۔۔۔ سنگل بنائیں پیر کھلونے

عاجز کے دو شعر بھی ملاحظہ ہوں

آپنے آپ توں غائب ہونا سو کھاوی اے او کھاوی
دلوں بجانوں تائب ہونا سو کھاوی اے او کھاوی
ویکھیں واگ نہ چھڈیں ایویں یار شکیل اس جیوڑے تے
کوئی پابندی عائد ہونا سو کھاوی اے او کھاوی

رضائے الٰہی میں راضی رہنے کی تلقین سر کلیان کے ایک بیت میں یوں ملتی ہے

پريان سَندي پارَ جي، مِڙيئي مِٺائي؛
ڪانهي ڪَڙائي، چَکِين جي چيتُ ڪري

ترجمہ

پریتم سندے پار دی ساری ہے مٹھیائی
نہیں کڑا نگا کائی۔۔چت نال چکھیں جیکر
اسی طرح ذکر قلبی اور خلوص عمل کی طرف شاہ جو رسالو کے اس بیت میں اشارہ ملتا ہے

سرڪاپائينتي
سُتُ اُنين جو سَڦرو، جي پَرِ ۾ پچائِين؛
آوازُ اَرٽَ جو، ساهَ نه سُٽائِين؛
لِڪايو، لطِيفُ چئي، ڪَنبيو ڪَتائِين؛
جي ماڻِڪَ موٽائِين، توءِ مُله مَهانگو اُن جو.

ترجمہ

سوترا اونہادا مہنگا جو ہن اندراں وچ پنجیندے
چرخے والی گھوک وی او ہو ساہ تائیں نہیں اپڑیندے
کہوے لطیف اوہ لک لکا کے کنب کنب پئے کتیندے
موتیاں جے پر تیندے۔۔ تاں وی مل اونہاں دا بوہتا

جب کبھی صوفی شعراء کے عارفانہ کلام کا خیال آتا ہے تو ایک بات خصوصاً طلبہ کو ضرور ذہن میں رکھنا مفید اور ضروری ہے کہ ان ہستیوں نے قرآن مجید کی دعوت "یتفکرون" کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ذکر مراقبہ و غور و فکر سے زمانے کو تخلیقات فراہم کیں۔ مرشد سجن سائیں مدظلہ نے بھی اپنے خطاب میں اپنی طالب علمی کے زمانے کی ایک جھلک ارشاد فرماتے ہو دریا کی لہروں والی آیات کا تذکرہ کیا کہ "اس وقت ہمیں ایک استاد مکرم سکھر پل پر لے گئے اور مشاہدہ کروایا"۔ سبحان اللہ آج کے دور میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ جس طرح حضور نے روایت کے ساتھ جدید اصلاحات فرمائی ہیں اس میں بلند فکری اور تخلیقی عمل واضح ہے۔ گو کہ بیان میں جو روایت کی خوشبو ہے اسے تو ہم اپنی ناقص عقل سے احاطہ میں نہیں لا سکتے مگر اپنی سطح میں رہتے ہوئے ان ارشادات میں جو مختلف زاویوں سے بیشتر اہم نکات ہمارے لئے بیان ہوتے

ہیں کا استفادہ حاصل کرنے کے لئے غور فکر از بس ضروری ہے۔

حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنے بیت میں ارشاد فرمایا کہ

آزاد تھی پرواز کر جتھے عارفاں ڈیرے لائے ہن

سامعین کرام اقبال نے جو خودی کا تصور پیش کیا اس میں ''میں'' کے اجزا شامل نہیں اور یہی خودشناسی ہمارے بزرگوں نے فقراء کو سکھلائی، خودداری کی اور کہا کہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اس پر علم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اپنا شعر پڑھا

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

اسکی تشریح میں فرمایا کہ ''یہ شعر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کی طرف اشارہ ہے۔''

اس بحث میں سامعین کرام یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ علامہ نے یہ بھی فرمایا کہ ''مغرب کی دانش گاہوں میں میری دانش میں اضافہ تو ہوا لیکن سینہ خالی رہا، قلب وروح کے لئے جو کچھ حاصل ہوا وہ اہل دل اور اہل نظر بزرگوں کے فیض صحبت سے ہوا اصل چیز دانش نہیں صحبت اہل دل ہے جو کچھ ملتا ہے یہیں سے ملتا ہے''۔

تبلیغ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ اقبال یوں گویا ہوئے کہ

''وعظ و نصیحت تو آسان سی چیز ہے، دشوار ہے ایسی تدابیر اختیار کرنا جن کی مدد سے مقصد وعظ پورا ہو۔ بعض اذہان کسی خاص طرز تعلیم یا مخصوص انداز گفتگو کو قبول کرتے ہیں اور دوسرے اسے قبول نہیں کرتے۔ اس لئے سب کے لئے ایک ہی طرز تعلیم یا طرز تبلیغ کارگر نہیں ہوتا۔ آج کے دور میں مفکرین اسلام کی زبان اور طرز استدلال میں ایسی تبدیلی ضروری ہو گئی ہے کہ

مغربی ذہن سے متاثر لوگ ان کی بات سمجھ سکیں، طلباء کی تعلیم حاصل کرنے کی اپنی مخصوص رفتار ہوتی ہے اساتذہ کی رہنمائی میں طلباء خود حقائق کو دریافت کر سکیں تو بہت اچھا ہو''

تبلیغ سے متعلق ایک اور دانشور کی بات بھی یاد آ رہی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ ہم پر فرض ہے کہ آپ کا انداز محبت سب مخلوق تک پہنچائیں اسلام خود ہی پہنچ جائے گا۔

بات ختم کرتے ہوئے یہاں اس بات کی طرف آپ سب کا دھیان کرانا چاہوں گا کہ

کیا یہی ضروری اور لازم ہے کہ طلبا اور وہ فقراء جنہیں قدرت نے حضور قبلہ عالم کے نزدیک رہنے کا موقع عنایت کیا ہے ان میں سے کوئی آگے بڑھ کر اس کام کا بیڑا اٹھائے اور مختلف موقعوں پر جو اس طرح کی نورانی گفتگو حضور کی دلوں میں اترتی جاتی ہے کو ایک جامع کتابی شکل میں مرتب کرے۔ گو کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ

سر کا موری

میں اونہاں نوں تکیا مائے۔ جیناں تکیا ماہی

کر نا سکاں کائی۔ اونہاں سندی گالہہ

لیکن پھر بھی اپنے طور پر اس کام کی اہمیت اور اثر پذیری کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کام کسی قریبی فقیر کو ضرور انجام دینا ہی ہو گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

غوث زماں، قطب دوراں، مجدد دین وملت، پیر طریقت، رہبر شریعت، خواجہ خواجگان

حضرت

اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہم

غفاری نقشبندی مجددی

کا اُنتیسواں

بین الاقوامی

روح پرور سالانہ

عرس مبارک

10 نومبر 2012 بروز ہفتہ

11 نومبر 2012 بروز اتوار

افتتاحی تقریب

بروز ہفتہ

بعد نماز مغرب

خصوصی دعا و خصوصی خطاب

بروز اتوار

8:30 صبح

سالار سلسلہ نقشبندیہ، مجدد دوراں، شیخ العلماء، ولی ابن ولی، پیر طریقت، رہبر شریعت

بمقام: درگاہ اللہ آباد شریف تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز سندھ

حضرت خواجہ

محمد طاہر المعروف سجن سائیں دامت برکاتہم العالیہ

یہ پروگرام بذریعہ انٹرنیٹ براہ راست نشر کیا جائے گا

Ph : 0242-449297

Mob : 0300-3206080

: 0300-2125476

URL : www.rtj-pak.org

URL : www.islahulmuslimeen.org

جماعت اصلاح المسلمین

شعبہ نشر و اشاعت